ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان
مجلہ

جون 2011ء رجب المرجب ۱۴۳۲ھ
شمارہ 8 - جلد 11



حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے مثل سیرت



اسلام کا پہلا عقیدہ توحید

کاتب وحی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اداریہ
افواج پاکستان کے سربراہ کے نام

مسائل دینیہ

فہرست

نہیں اُن کا کرم بھی ادھورا

نہیں ان کا کوئی کرم بھی ادھور
فقیروں کا وہ ساتھ دیتے ہیں پور
بجھے گی میری تشنگی روزِ محشر
پلائیں گے جب وہ شراباً طہور
ذرا سوچئے ان کی شانِ سیادت
جو یحییٰ ہوئے سیداً و حصورا
وہی اپنا قائد ،وہی اپنا آقا!
جو کالا ہے ان کی غلامی میں پورا
وفا کر ، وفا کر شہِ دوسرا سے
نہ بن ان کے اعدا کا بچہ جمور
ارے ہو نہ ان کی محبت سے باغی
نہ کر دین و ملت کو تو چورا چور
اگر کوئی گورا ہوا ان کا منکر
وہ کتا ہے یا ریچھ ہے کوئی بھور
خدا کی قسم! چھوڑ دو اس کی آنکھیں
تصور میں جو اُن کے بندوں کو گھور
میں پڑھتا ہوا نعت دنیا سے جاؤں
ہو جب عمر کا مولا پیمانہ پور
جو آسی رہی شیخ کی نظر رحمت
تو پالوں گا میں جنۃ و قصوراً

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

یونس ۔ ۶۲

کلمۃ الحقیقہ ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم **اداریہ**

افواجِ پاکستان کے سربراہ کے نام!

سعید آسوی کے قلم سے

عزت مآب جناب جنرل اشفاق کیانی صاحب! یقیناً یہ حقیقت اب مخفی نہیں رہی کہ پاکستان کا مفاد، امریکہ کے مفاد سے متصادم ہے۔ مسلمان اس کے 'اتحادی' بن جائیں، اس کے اشارہ ابرو پر جان قربان کریں، چاہے اس کے رخساروں کی سرخی و زردی دیکھ کر اپنی پالیسیاں مرتب کریں، امریکہ بہرحال ان کا دشمن ہی رہے گا۔ دوستی کے شجر وہ ہمارے ساتھ مل کر لگاتا ہے، مگر پھل انڈیا و اسرائیل کی جھولی میں گراتا ہے۔ اس کے زبانی وعدے پاکستان سے جبکہ وفائیں دشمنان پاکستان کیلئے ہیں۔

جنرل صاحب! ملک وملت کے ہر بہی خواہ کی طرح یقیناً آپ کے اندر بھی یہ تڑپ ہوگی کہ پاکستان کے حکمران امت مسلمہ کو متحد و منظم کرنے کی تدبیریں کرتے، اخوت و مساوات کا قرآنی عقیدہ پیش کر کے ملت اسلامیہ کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش کرتے تاکہ مفکر پاکستان حضرت اقبال کی آرزو بھی پوری ہوتی کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

مگر افسوس! عموماً ہمارے حکمران امریکہ کے بندۂ بے دام ہیں۔ اس کے جارحانہ طرز عمل کے سامنے انہوں نے یوں آنکھیں موند رکھی ہیں جیسے کبوتر بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ امریکہ پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کیلئے سازشوں پہ سازشیں کر رہا ہے، ایک کے بعد دوسرا حملہ یعنی تابڑ توڑ حملے کر رہا ہے، ہمارے اپنوں کے ایمان اور ضمیر خرید کر وطن عزیز کی عزت و سالمیت کو مجروح کر رہا ہے۔ پاکستان کے غداروں کو تربیت، اسلحہ اور آسائشیں دے رہا ہے، ایک عرصے سے اپنے بندے اسمبلیوں میں بھجوا رہا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے، پونے چار کروڑ جعلی ووٹوں کے ذریعے امریکن ساختہ، پیپلز پارٹی کی یہ حکومت کیا کیا گل کھلا رہی ہے اور اسکی 'بندگی' میں کس قدر مستعد ہے۔ نہ قوم بیدار ہونے کو تیار ہے نہ حاکم۔ سب اپنے مالک حقیقی اور قادر مطلق سے 'بے نیاز' اور نبی برحق رسول مکرم ﷺ سے 'لاتعلق' ہو کر ملت اسلامیہ کے اسی فطری 'قاتل' کے سامنے سر جھکائے اور ہاتھ

پھیلائے کھڑے ہیں۔ حزبِ اقتدار ہوں کہ حزبِ اختلاف سب اسی غیرت کش اور ایمان کش فکر سے 'مالا مال' ہیں کہ حیات و موت، کامیابی و کامرانی، عزت و ذلت سب امریکہ کے ہاتھ ہے، لہذا اسے ہر حال میں راضی رہنا چاہئے۔ یہ فکری غلامی کی انتہا ہے۔ اور یہی صورتحال پورے عالم اسلام کی ہے۔ پورا عالم اسلام خاموش، خانقاہیں گنگ، محرابیں ساکت، واعظین خوش نوا کی زبانوں پہ تالے، قائدین سلطنت کی زبانوں پر چھالے گویا سانپ نہیں اژدہا سونگھ گیا ہے، الا ماشاءاللہ۔

بلوچستان ہی نہیں پورے وطن عزیز میں باغی دندناتے پھر رہے ہیں۔ اے این پی کی صورت میں غداروں کی بھی کوئی کمی نہیں، بھارت کی غلامی کیلئے پیچ وتاب کھانے والے ضمیر فروشوں کی بھی قلت نہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ ان تمام کالی اور نجاست سے لتھڑی بھیڑوں کا سرپرست امریکہ ہے، جو بہر حال وطن عزیز کو تباہ و برباد کر کے رکھ دینے کا آخری فیصلہ کر چکا ہے۔

جناب کیانی صاحب! اپنے اعلیٰ منصب کے سبب، ان حقائق سے آپ ہم سے زیادہ آگاہ اور ان کی حساسیت و گہرائی سے بھی آپ سب سے زیادہ آشنا ہیں۔ ۲ مئی کو اسامہ کی 'مبینہ' شہادت کے آپریشن جیرونیمو (Geronimo) کے بعد ملک عزیز کس دوراہے پہ کھڑا ہے۔ بالخصوص نیول بیس پر 'یقینی طور پر' امریکی حملے کے بعد ہمیں اپنے ایٹمی اثاثے ہی نہیں پورے کا پورا وطنِ عزیز ہی خطرے میں نظر آرہا ہے اور یہ بات کھل کے سامنے آچکی ہے کہ امریکہ پاکستان میں دہشتگردی کے خلاف جنگ کی آڑ میں جن مقاصد کے حصول کیلئے لڑ رہا ہے ان کا خلاصہ یہ نکات ہیں۔

۱ پاکستان کی سیاست اور ریاستی اداروں کو اپنا تابع کرنا۔

۲ پاکستان کی فوج خصوصاً آئی ایس آئی کو کمزور کرنا۔

۳ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو رول بیک کرنا یا ایٹمی اثاثوں پر قبضہ کرنا۔

۴ بھارت کی جنوبی ایشیاء میں اقتصادی اور فوجی بالادستی قائم کرنا تاکہ چین کے اثر و رسوخ کو کم کیا جاسکے اور مستقبل میں اس کو سپر پاور بننے سے روکا جاسکے۔

۵ پاکستان کی گوادر پورٹ اور کراچی پورٹ کے ذریعے افغانستان میں پائپ لائن بچھا کر سنٹرل ایشیا کے ممالک کے تیل اور گیس کے ذرائع تک رسائی حاصل کی جائے۔

۶ ایران کو ایٹمی طاقت بننے سے روکا جائے۔

۷ افغانستان سے امریکی فوجوں کے انخلاء کے بعد وہاں ہندوستان کے اثر و رسوخ میں اضافہ کیا جائے۔

۸ بھارت کی مدد سے بلوچستان کو پاکستان سے الگ کیا جاسکے اور وہاں اربوں ڈالرز کے سونے چاندی کے ذخائر پر قبضہ کیا جاسکے۔

۹ افغانستان کے معدنی ذرائع پر امریکی اور یورپی کمپنیوں کی اجارہ داری قائم ہو۔

۱۰ پاکستان کو لسانیت اور قومیت کی بنیادوں پر چھوٹے چھوٹے صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

یہ ہیں وہ مقاصد جن کے حصول کیلئے جنرل پیٹریاس کو سی آئی اے کا نیا چیف مقرر کیا گیا، جس کے بارے میں امریکی میڈیا کا کہنا ہے کہ وہ عراق اور افغانستان کے بعد اپنی تیسری جنگ پاکستان کے سرزمین میں لڑے گا۔

یہ بات بھی اربابِ حکومت کیلئے لمحۂ فکریہ ہے کہ 40 ارب ڈالرز کی معیشت کی تباہی اور طالبان کی دشمنی کے باوجود امریکہ ہمارے ریاستی

اداروں کو اپنا ماتحت سمجھتا ہے۔ اور ہماری حیثیت محض ایک طفیلی ریاست کی بن چکی ہے۔ امریکہ کے ساتھ ساتھ بھارت اور افغانستان بھی ہمیں دھمکیاں دے رہے ہیں کہ وہ اپنے مطلوب دہشتگردوں کو ہلاک کرنے کیلئے پاکستان میں کسی بھی مقام پر سرجیکل حملہ کر سکتے ہیں۔ گویا بی مینڈکی کو بھی زکام ہوگیا۔

جنرل صاحب! آپ کو یہ سب بتانا، سورج کو چراغ دکھانے کی مثل ہے۔ ہمیں تو بس یہی کہنا ہے کہ آج پورا حکمران ٹولہ 'بے حسی' کے زمہریر میں ٹھٹھر رہا ہے۔ مایوسی کے منجدھار میں پھنسا ہوا ہے۔ پست ہمتی کے غاروں میں منہ چھپا رہا ہے اور سچی بات یہ ہے کہ ہمیں ایک مدت سے انتظار ہے، پھر کوئی طارق بن زیاد آئے جو کشتیاں جلا کر میدان مارے، پھر کوئی صلاح الدین ایوبی آئے جو صلیبیوں کے مقابلے میں قوم کو کھڑا کر دے، پھر کوئی محمود غزنوی آئے جو بت شکن ہو، بت فروش نہ ہو۔ آپ پاکستان کے غیرت مند سپوت ہیں، کیوں نہ آپ طارق بن زیاد، صلاح الدین ایوبی یا محمود غزنوی کا کردار ادا کریں۔ قوم کی دم توڑتی امیدوں کو پھر سے توانا کر دیں اور کیوں نہیں آپ وطن مقدس کے لہولہان جسم کیلئے مرہم کا کام کرتے۔

آپ کا پیشرو جنرل مشرف اس ملک کا بدترین شخص تھا جس نے ڈالرز کے عوض پوری پاکستانی قوم کو امریکہ کے آگے بیچ ڈالا۔ وہ بدبخت اسی خوف میں مبتلا رہا کہ "کوشش ہے کہ عراق کے بعد ہماری باری نہ آئے"۔ چنانچہ اس خوف نے اس سے کیا کچھ نہیں کروایا۔ یقیناً امریکی غلامی کے آغاز کے آپ ذمہ دار نہیں تاہم غلامی کا یہ تسلسل آپ کے ہوتے چہ معنی دارد؟ آپ نے دیکھ لیا کہ آپ کے 5 ہزار سپاہیوں سمیت 40 ہزار پاکستانیوں کی شہادت اور اپنی اقتصادیات کی تباہی کے باوجود امریکہ آپ سے راضی نہیں ہوا۔ قرآن کا اعلان ہے:

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ...... (البقرہ:۱۲۰)

ترجمہ: اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہیں ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہیں کرو گے.......... (کنزالایمان)

تو کیا اب ان کو راضی کرنے کیلئے آپ اپنا دین بدلیں گے؟ یا پوری ایمانی و جہادی قوت کے ساتھ ان کی سازشوں کا مقابلہ کریں گے؟ دو ٹوک انداز میں امریکہ سے کہہ دیں کہ اپنا بوریا بستر یہاں سے گول کرے۔ پاکستان کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ اگر ایران اور لبنان امریکہ و اسرائیل کو ناکوں چنے چبوا سکتے ہیں تو یقین کرلیں اللہ اور اس کے رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف سے ہمیں بھی کچھ نہیں ہوگا۔

جنرل کیانی صاحب! پوری قوم کو افواج پاکستان پر فخر ہے اور لیفٹیننٹ جنرل شجاع پاشا کی قیادت میں آئی ایس آئی کا کردار تحفظ پاکستان کے سلسلے میں ناقابل فراموش ہے۔ لیکن ابھی تک ایک خلش اٹھارہ کروڑ عوام کے دلوں میں کھٹک رہی ہے کہ ہر روز بے گناہ قبائلی پاکستانیوں کو ڈرون حملوں کے ذریعے واصل بحق کرنے کا کیا جواز ہے؟ اور آپ کے ہوتے ہوئے ایسا کیوں ہے؟

یہ بات نہایت حوصلہ افزا ہے کہ ایبٹ آباد واقعہ کے بعد آپ نے سخت موقف اختیار کیا۔ امریکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی، سی آئی اے کی بڑی تعداد کو ملک سے بھگا دیا۔ تاہم جب آپ سخت انداز میں ان کی سرزنش کر رہے تھے، اس دوران ڈرون طیارے قبائلی علاقوں میں آگ و خون کا کھیل کھیل رہے تھے جو کہ اور بھی تکلیف دہ بات تھی۔ معلوم ہوا الفاظ کی طاقت کے بجائے بازو کی طاقت سے ہی یہود و نصاریٰ کا دماغ ٹھکانے آئے گا۔

اب جب کہ امریکہ نے پاکستان کے 59 سے زائد مقامات پر ملا عمر اور ایمن الظواہری کی تلاش میں ایبٹ آباد طرز کے، مستقبل میں

مزید آپریشنز کی تیاری کر لی ہے نیز پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کے 'تحفظ' کے لئے ان کا کنٹرول حاصل کرنے کی منصوبہ بندی کر لی ہے۔ضروری ہوگیا ہے کہ پاکستانی حکمرانوں کو باور کرا دیا جائے کہ امریکی امداد قبول کرنے سے از خود انکار کر کے امریکی غلامی کا طوق کاٹ پھینکا جائے، ڈرون طیاروں کو مار گرائے بغیر بے گناہ عورتوں اور بچوں کے قتلِ عام کا تدارک ممکن نہیں۔ بھیک مانگنے کی بجائے "روکھی سوکھی کھا ٹھنڈا پانی پی، غیرت مند قوم کا فرد بن کر جی" کی پالیسی پر عمل پیرا ہوا جائے۔ابھی بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو پاکستان کی ابتر حالت کو بہتر حالت میں بدلنے کا عزم رکھتے ہیں۔اگر چہ ان کی تعداد کم ہے، مثلاً چیف جسٹس آف پاکستان جناب افتخار احمد چودھری (اور چند دیگر محب وطن بڑے ججز) لیفٹیننٹ جنرل شجاع پاشا، ڈاکٹر عبدالقدیر خان، ڈاکٹر ثمر مبارک مند، وزیر اعلیٰ شہباز شریف، تینوں افواج کے قائدین اور تلاش بسیار سے ایسے متعدد افراد اور مل جائیں گے، جن کے بارے میں غالب گمان یہی کیا جاتا ہے کہ یہ محب وطن ہیں۔

جنابِ عالی! ہم پورے وثوق سے یہ بات کہتے ہیں کہ آپ چاہیں تو ان محب وطن اشخاص اور گنے چنے سیاسی رہنماؤں سے جو ملک عزیز سے مخلص ہیں، ملک میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرنے، ملکی سیاست کو درست سمت چلانے، امریکہ و بھارت نیز اسرائیل یعنی شیطانی ارواح ثلاثہ کے مقابلے میں مضبوط کھڑا ہونے سمیت بہتیرے ملک دوست اور عوام دوست اقدامات کروا سکتے ہیں۔اگر آپ نے یہ معرکہ مار لیا تو قوم بلکہ ساری ملت اسلامیہ آپ کو طارق بن زیاد، محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی، نورالدین زنگی اور محمود غزنوی کی صف میں لا کھڑا کرے گی۔جب تک یہ ملک قائم رہے گا اور انشاء اللہ بطفیل حبیب کریم ﷺ تا قیامت رہے گا، آپ ملک پاکستان کے ہیرو رہیں گے۔اکثر حکمران، وزراء، بلکہ حزب اقتدار کرسیوں کے چکر میں ہیں۔انہیں ڈالرز گننے سے ہی فرصت نہیں۔ہمیں اس وقت پورے ملک میں آپ کے سوا کوئی نظر نہیں آرہا، جو وطن عزیز کی بقا کیلئے ٹھوس اور مؤثر اقدامات کر سکتا ہو۔اگر آپ نے اس وقت ملک کو خطرات کے جنگل سے نکال لیا تو تا قیامت آپ کا نام امر ہو جائے گا۔آنے والی نسلیں آپ کا نام سنہرے حروف سے لکھا پائیں گی۔اور عنداللہ بھی آپ ماجور ہوں گے۔آئیے، امریکی غلامی سے آزادی کا نعرہ لگائیے۔کچھ نہ سوچئے، تمام مصلحتوں کو اب بالائے طاق رکھ دیں، پوری قوم آپ کے ساتھ ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر توکل کیجئے۔یقیناً وہ ہمارے حامی و ناصر ہیں اور رہیں گے۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ o (سورہ المائدہ۔رکوع ۸)

ترجمہ: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔

یہ شرابیں پینے والے، زانی، سؤر کھانے والے، فرمان خداوندی کے مطابق کبھی ہمارے دوست نہیں ہو سکتے۔اگر دوست ہیں تو اللہ، رسول اور ایمان کی حالت میں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے والے۔

المختصر! ملک کے اعلیٰ طبقے میں امریکی غلامی سے آزادی کا ایک ادنیٰ سا جو جذبہ پیدا ہوا ہے، اسے بڑھانے کی ضرورت ہے۔اس ملک کو درست سمت میں چلائیے۔اس ملک کو پرویزوں نے بہت نقصان پہنچایا ہے، اب ایک پرویز پر ہی اس کا ازالہ قرض ہے۔

اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو تاریخ آپ کو ہرگز معاف نہیں کرے گی اور پوری پاکستانی نسل کی تباہی کا الزام آپ کے سر ہوگا جس کا حساب بہر حال آپ کو روزِ محشر رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں رب قدیر کو دینا ہوگا۔اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل سیر

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجب المرجب کا مقدس مہینہ آنے والا ہے۔ اس کا اہم ترین واقعہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کا سفر معراج ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی ان کی اپنی اپنی شان وعظمت کے مطابق معراجیں عطا کی گئیں مگر سید الانبیاء والمرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی معراج بھی ان سب معراجوں کی سر دار ہے۔ چونکہ یہ اللہ کے حبیب کریم وجلیل ﷺ کی بے مثل سیر اور یکتائی کی آئینہ دار ہے لہذا حضور پرنور ﷺ کے سچے غلام اور عاشق صدر اسلام ہی سے اس کا ذکر بڑے اہتمام سے کرتے آئے ہیں۔ حدیث یا سیرت کی کونسی کتاب ہے جس میں ذکرِ معراج نہ ہو اور ملت کی چہاردہ صد تاریخ میں کونسا عارف وسالک یا خطیب وواعظ ہے جس نے مزے لے کر اسے بیان نہ کیا ہو۔ ہاں ہاں قصیدہ نگاروں نے بڑے خوبصورت معراجیہ قصائد قلمبند کیے اور غزل گو سخنوروں نے غزلیات تک میں اسے فراموش نہ کیا۔

معراجِ ذکر: بالیقین ذکر معراج بھی معراجِ ذکر ہے۔ یوں سمجھئے سیاح لامکاں حضور سرورِ کون ومکان ﷺ کی معراج کا ذکر کرنے والے کا فکر بھی بلند پرواز ہو جاتا ہے۔ اور مذکور کی برکت سے وہ بھی آسمانوں کی سیر کرنے لگ جاتا ہے۔ حضرت اقبال علیہ الرحمہ جن کی عمر بھر کی تگ ودو کا مقصود قوم کو عشقِ حبیب ﷺ سے سرشار اور ذکرِ حبیب ﷺ کے لئے تیار کرنا تھا، وہ بار بار بھی ذکرِ معراج کریں تو حیرت کی بات نہیں، حیرت تو اس وقت ہوتی ہے جب غالب جیسا شرابی شاعر غزل لکھتے لکھتے مقطع یوں کہہ جاتا ہے

اس کی امت میں ہوں میں، میرے رہیں کیوں کام بند
واسطے جس شہ کے غالبؔ گنبد بے در کھلا

اور خود اقبال کا فرمانا:

تو معنیٔ والنجم نہ سمجھا تو عجب کیا ہے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج

فارسی شعرا کے نکتہ آفرینوں کی طرف آیئے، حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے نامِ نامی سے کون واقف نہیں۔ 'بوستاں' میں نعت شریف کے دوران معراج مقدس کا ذکر کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر جبریل علیہ السلام کے ساتھ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء کا مکالمہ یوں پیش کرتے ہیں۔

بدو گفت سالارِ بیت الحرام که ای حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند بماندم که نیروئے بالم نماند

اگر یکسر موئے برتر پرم　　　　فروغ تجلّی بسوزد پرم

ترجمہ: بیت الحرام کے سپہ سالار حضور پرنور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے وحی خداوندی کو اٹھانے والے، آگے بھی پرواز کیجئے۔ جب آپ نے مجھے دوستی میں مخلص دیکھا ہے تو صحبت ترک کرنے کا کیا معنیٰ؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی حضور! (صلے اللہ علیک وسلم) آگے جانے کی مجال نہیں کیونکہ میرے بازو میں مزید اڑنے کی طاقت نہیں۔ اگر بال کے سرے کے برابر بھی آگے اڑوں تو جلوو ں کی چمک دمک میرے بازو جلا کے رکھ دے گی۔

عاشقانِ رسول ﷺ میں حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی بھی بہت نمایاں ہے۔ آپ نے بے شمار نعتیں لکھی ہیں۔ ایک مشہور نعت شریف کا مقطع ہے

زِسرِ سینہ اش جامی　　　　الم نشرح لک برخوان

زمعراجش چہ می پرسی　　　　کہ سبحٰن الذی اسریٰ

اسی دور میں ہندوستان میں حضرت جمالی کشورِ نعت کے مایہ ناز فرمانروا تھے۔ انھوں نے نعت شریف میں معراج شریف کے حوالے سے ایک ایسا شعر لکھا جس کی تازگی کبھی ختم نہیں ہوسکتی۔ شعر یہ ہے

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات　　　　تو عین ذات بنگری ودر تبسمی !!

کہتے ہیں کہ خود سرورِ کائنات ﷺ نے اس شعر کی نسبت خوشنودی وقبولیت کا اظہار فرمایا۔

'عربی نعت' میں جو درخشاں وتاباں مقام حضرت امام بوصیری قدس سرہ کو حاصل ہے، کسی بھی عاشق رسول (ﷺ) سے مخفی نہیں۔ آپ کا قصیدہ بردہ جب بارگاہ رسالتمآب ﷺ سے شرف قبول حاصل کر چکا تو پھر اس کے قبول عام میں کیا دیر ہوتی چنانچہ بڑی سرعت سے تمام عالم اسلام میں اس کی اشاعت ہوئی معراج شریف کے بارے میں چند اشعار آپ بھی دیکھ لیجئے۔

سریت من حرم لیلا الی حرم　　　　کماسری البدر فی داج من الظلم

وبت ترقی الیٰ ان نلت منزلة　　　　من قاب قوسین لم تدرک ولم ترم

و قدمتک جمیع الانبیاء بھا　　　　والرسل تقدیم مخدوم علیٰ خدم

وجل مقدار ما اوتیت من رتب　　　　وعز ادراک ما اولیت من نعم

بشریٰ لنا معشر الاسلام ان لنا　　　　من العنایة رکنا غیر منھدم

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیک وسلم! آپ رات کو حرم مکہ سے حرم مسجد اقصیٰ تک اس طرح تشریف لے گئے جیسے چاند رات کو تاریکی میں چلتا ہے۔ (اس وقت وہ نہایت خوبصورت بھی لگتا ہے اور ظلمتوں کو دور بھی کرتا ہے)

۲۔ اور آپ رات ترقی کرتے کرتے منزل قاب قوسین پر پہنچ گئے۔ یہ منزل ایسی ہے جو نہ قبل ازیں حاصل کی گئی بلکہ طلب بھی نہیں کی گئی۔ (یعنی اس سے پہلے اس منزل قرب پر کوئی پہنچا نہ کسی نے پہنچنے کی تمنا کی)

۳۔ یارسول اللہ ﷺ! تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام نے وہاں (مسجد اقصیٰ میں) حضور ﷺ کو اپنا امام وپیشوا بنایا جس طرح آقا اپنے خادموں کا مقتدا ہوتا ہے۔

۴۔ جن مدارج عالیہ پر آپ متمکن کئے گئے ان کی قدر و منزلت بہت بڑی ہے اور جو نعمتیں آپ کو دی گئیں، ان کا حصول کسی غیر کے لئے بہت مشکل ہے۔

۵۔ مسلمانو! یہ مژدہ خاص ہمارے لئے ہے کہ ہمارے لئے برکت و رحمت کا ایک ستون ہے جو گرنے والا ہی نہیں (بلکہ مضبوط ہے اور ہمیشہ کے لئے ہمارا سہارا ہے)

عظمت میں برکت: اس آخری شعر پر غور فرمایئے ہمارے نبی اکرم و اعظم ﷺ کو جو رفعت و عظمت اور جلالت و وجاہت ملی ہے، اس سب کا فائدہ ہم غلامانِ رسول ﷺ کو ہے۔ سوچئے اگر کسی شخص کا درجہ بڑھ جائے تو فرمایئے اس کے اہل خانہ اور اعزہ وا قارب کو فائدہ ہوگا یا نہیں۔ نہیں بلکہ ہر نوکر چاکر بلکہ ہر متعلق و آشنا کو بھی فائدہ ہوگا۔ ہاں دشمن کو خطرہ ہو سکتا ہے اس لئے اپنی سوچ کے مطابق وہ یہی خیال کرے گا کہ اس کی مشکلات میں اضافہ ہو گیا۔

یہاں تو جس کے درجے بڑھتے جا رہے ہیں اور ایک ایک آن میں جسے بہت اونچا لیجایا جا رہا ہے، وہ رحمۃ للعلمین ہے۔ پھر اس کی برکت کا یہ عالم ہے کہ اپنے تو اپنے اس کے ہوتے ہوئے بدترین دشمن کو بھی عذاب نہیں دیا جاتا

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم (الانفال ۔ ۳۳)

ترجمہ: اور اللہ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب کرے جب تک تم اے محبوب ان میں تشریف فرما ہو۔

ایسے 'رحمۃ للعلمین' کا مزید اوج و عروج پانا کتنا بابرکت اور امت کے حق میں مثمر و مفید ہے۔ اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی مزید ترقی درجات و مراتب کی یہ خوشی فطرت ایمان کا اولین تقاضا ہے۔ یہی وجہ ہے امت جہاں میلاد شریف کی عید مناتی آئی ہے، معراج شریف کی محفلیں بھی سجاتی آئی ہے۔ ہاں ہاں اپنے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا کے خداداد فضائل و مناقب سے خوش ہونا اہل ایمان کو خود قرآن پاک نے سکھایا ہے، چنانچہ فرماتا ہے

یایھا النبی انا ارسلنک شاھدًا ومبشرًا ونذیرًا ۝ وداعیًا الی اللہ باذنہ وسراجاً منیرًا ۝ وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلاً کبیرًا ۝ (الاحزاب ۳۳)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر، اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب' اور ایمان والوں کو خوشخبری دو، کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔

فی الواقع جوں جوں نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی شان و عظمت بڑھتی جائے گی، اہل ایمان کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے 'فضل کبیر' کی بشارات میں اضافہ ہوتا جائے گا اور ان فضائل و مناقب سے جس کو چڑ ہوگی یہ اس کے کفر و نفاق کی دلیل ہوگی اور اس کے ناری و جہنمی ہونے کا مسئلہ واضح ہوتا جائے گا۔

موجودہ افراتفری اور نفسا نفسی کے دور میں انسان کو ٹھنڈے دل سے مذہب کو پرکھنے کی فرصت نہیں۔ آج ہماری ساری تگ و دو 'معاشیات' میں گم ہو کے رہ گئی ہے ورنہ کسی بھی آدمی کے بارے میں ایمان اور کفر و نفاق کا فیصلہ زیادہ مشکل نہیں رہا۔ جس کو دیکھو کہ حضور پرنور ﷺ کے فضائل و محامد سن کر خوش ہوتا ہے، اسے مومن سمجھو اور قرآن کی زبان میں فضل کبیر کی بشارت دو۔ یونہی جسے دیکھو کہ حضور پرنور ﷺ کے فضائل و محامد سن کر معاذ اللہ بیزار سا ہو جاتا ہے، اسے منافق جانو اور اللہ کے 'قہر کبیر' سے بچانے کی تدبیر کرو یا کم از کم اس سے بچ جاؤ کہ کہیں تمہیں کو نہ لے ڈوبے۔ قرآن پاک نے ایسے ہی بدبختوں کے بارے میں فرمایا ہے

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ٥(الانعام ۔ ٦٨)

ترجمہ : تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو ۔

اور حدیث پاک میں آیا

فایا کم و ایا ھم لا یضلو نکم ولا یفتنو نکم (مسلم)

ترجمہ: سوتم ان سے دور رہو کہ تمہیں کہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔

بہر حال بات تو ہو رہی تھی واقعہ معراج اہل ایمان کے لئے اتنا اہم ہے کہ چودہ سو سال سے اس کا ذکر متواتر ہو رہا ہے۔ شاعر نے شعر میں اور ناثر نے نثر میں ذکر معراج کر کے خود سکون لیا اور دوسروں کو سکون دیا۔ اسی ضمن میں امام بوصیری قدس سرہ کے چند اشعار کا حوالہ دیا تھا کہ آخری شعر نے چونکا کے رکھ دیا۔ امام صاحب نے جو کچھ فرمایا معلوم ہوتا ہے قرآن کی روشنی میں فرمایا ہے۔ (اور بات کرنے والا اگر کتاب وسنت کی روشنی میں بات نہ کرے تو اس میں کیا وزن رہ جاتا ہے) مگر ذکرِ معراج تو اس قصیدے سے بھی بہت پہلے شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ شاعرِ دربارِ رسالت حضرت سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ایک طویل نعت کے آخر میں عرض کرتے ہیں۔

وانت مقدم دنیا و اُخریٰ وصلے خلف ظھرک انبیاء

فسبحٰن الذی اسراک لیلا وفی المعراج کان لک ارتقاء

ونلت من السعادۃ منتھا ھا علوا دون رفعتہ العلاء

وادناک الالہ کقاب قوس مع التنزیہ و الکشف الغطاء

خلقت مبرا من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاء

واجمل منک لم ترقط عین واکمل منک لم تلد النسآء

علیک صلواۃ ربی ما توالت دھورا او ملا صبحا مساء

ترجمہ: ۱۔ اور آپ دنیا و آخرت کے پیشوا ہیں اور آپ کے پیچھے تمام انبیاء نے نماز پڑھی ہے۔

۲۔ پاک ہے وہ ذات جس نے آپ کو رات کو سیر کرائی اور آپ کے لئے شب معراج میں بلندی عظیم تھی۔

۳۔ اور اپنی انتہائے سعادتمندی کے باعث ایسی بلندی کو پہنچے کہ تمام رفعتیں اس کے مقابل پست ہیں۔

۴۔ اور قریب کیا آپ کو اللہ پاک نے کمان کے فاصلے کے برابر پاکی کے وصف کے ساتھ اور کھل گیا پردہ۔

۵۔ اے اللہ کے محبوب آپ تمام عیبوں سے پاک پیدا کئے گئے ہو گویا آپ پیدا کئے گئے ہو جیسا آپ چاہتے تھے۔

۶۔ اور ہرگز کسی آنکھ نے آپ سے بزرگ تر نہیں دیکھا اور عورتوں نے آپ سے کامل تر نہیں جنا۔

۷۔ آپ پر خدائے پاک کی رحمت ہو، جیو جب تک کہ زمانہ رہے یا جب تک صبح اور شام ہوتی رہے

(ترجمہ از جناب سید عابد میاں کے از علماءِ دیوبند)

الغرض! اسلام کے ہر دور میں، جس کسی کو بھی حضور پر نور ﷺ کی نعت پاک لکھنے کا شرف ملا، اس نے ذکر معراج کو فراموش نہیں کیا۔ وجہ یہ ہے

کہ نعت ہے عظمت مصطفےٰ ﷺ کا بیان اور ہر واقعہ معراج کا ہر پہلو اول سے آخر تک بالکل منفرد انداز میں حضور انور ﷺ کی یکتائی ہی کا بیان ہے۔

قرآن کا انداز: حقیقت یہ ہے کہ حضور پر نور ﷺ کی معراج مقدسہ کی اہمیت بھی ملت اسلامیہ نے اولاً قرآن پاک ہی سے سیکھی ہے۔ اللہ کی اس آخری ودائمی کتاب میں اس بے مثال واقعے کا ذکر دو بار آیا ہے' ایک بار سورۃ بنی اسرائیل اور پندرھویں پارے کی پہلی آیت اور دوسری بار ستائیسویں پارے کی سورہ والنجم کے پہلے حصے میں۔۔۔ یہاں فی الحال سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت درج کی جاتی ہے

سبحن الذی اسری بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الذی بر کنا حوله لنریه من ایتنا ط انه هو السمیع البصیرo

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

آیت کا آغاز لفظ 'سبحن' سے کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ واقعہ بہت حیران کن یا عقل شکن ہے۔ علت ومعلول (Cause and effect) کے سارے تانے بانے اِدھر ہی رہ جاتے ہیں' اللہ کا حبیب ﷺ فلسفہ اور سائنس کی ساری حد بندیوں سے وراء الورا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ اس محبوب ومطلوب ﷺ کی شان وعظمت کو کیمسٹری اور فزکس کے قوانین سے سمجھنے کی کوشش کرنا ایمان کے نقطہ نظر سے کم ظرفی، کور ذوقی اور بے ادبی ہے۔ جو فلسفہ اور سائنس تا حال جنات کے وجود کو نہیں دریافت کر سکا وہ فرشتوں کی لطافت کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ جنت اور دوزخ کے حقائق اس پر کیوں کر واشگاف ہو سکتے ہیں جو ہنوز 'چند وچگون' کی ظلمات میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے اسے صبح یقین کے اجالوں کی کیا خبر؟ عالم غیب (یعنی غیب کا جہاں) کے ان عنوانات کا تعارف وہی کرا سکتا ہے جو عالم غیب (یعنی غیب جاننے والا) ہو۔ ہاں یہ مشکل ترین کام انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے کہ اسرار غیب کھولیں اور ایسے لوگ تیار کریں جو **یومنون بالغیب** (یعنی وہ غیب پر ایمان رکھتے ہوں) کے مصداق ہوں۔ بہر حال سائنس اور فلسفہ اس راہ پر چلنے سے قاصر ہیں ہاں حضرت اقبال جیسا عاشق رسول ﷺ جو علوم جدیدہ کے مراحل سے گزرنے کے بعد بھی ایمان کا لذت آشنا رہے تو الگ بات ہے۔ یہی حقیقت یہی حقیقت ہے جس کا اظہار انہوں نے کرتے ہوئے فرمایا ہے

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ　　　سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ ونجف

سائنس اور فلسفے کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں مگر ان کی حدود کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ یہ علوم کالجوں، یونیورسٹیوں سے ملتے ہیں اور پروفیسر صاحبان کے ذریعے سے، مگر ان کی حدود کی سمجھ آتی ہے دین سے' جو اللہ والوں کے ہاں سے میسر آتا ہے۔　بقول اکبر الہ آبادی

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا　　　دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

بہر حال **سبحن** کہہ کر یہ حقیقت کھولی جا رہی ہے کہ اگر کوئی واقعہ معراج سن پڑھ کر اسے ناممکن سمجھتا ہے تو اسے جان لینا چاہئے کہ جس ذات پاک نے اپنے پیارے بندے کو معراج سے مشرف فرمایا ہے' اس کے لئے کوئی چیز بھی ناممکن نہیں ہے۔ وہ **علی کل شیی قدیر** یعنی قادر مطلق ہے پھر یوں سوچئے اگر وہ ایسی معراج نہیں کرا سکتا تو یہ نقص ہوا اور اس کی قدرت کے لئے عیب۔ جب وہ عیب سے پاک ہے تو اس کی قدرت میں نقص وعیب کیونکر ہو سکتا ہے۔ لہذا واقعہ معراج جس میں اللہ نے اپنے بے مثال محبوب بندے کو بیداری میں جسم وروح کے ساتھ عالم بالا کی سیر کرائی ہے، یقیناً شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

دیکھا آپ نے معراج کا وقوع خداوند کریم کے قادر مطلق ہونے کی دلیل اور خداوند کریم جل مجدہ کا قادر مطلق ہونا معراج کے وقوع کی

دلیل۔ یہی وضاحت ہمارے اس مضمون کا اصل مقصود ہے کہ محبوبان خدا کے کمالات توحید کے دلائل ہیں اور یہ کمالات اسی قادر مطلق کے عطا فرمودہ ہیں' ان کے ذاتی نہیں۔ جو جتنا بلند مرتبہ بندہ ہے' اسے اتنا ہی بڑا مظہر قدرت بنایا جاتا ہے اور جس کو جتنا بڑا مظہر قدرت بنایا گیا ہے' وہ اتنا ہی بلند مرتبہ محبوب ہے۔ وہ لوگ جو اس کے معجزات وکمالات وکرامات پر یقین رکھتے ہیں' انہیں اللہ کی ذات وصفات پر اتنا ہی یقین زیادہ ہوتا ہے اور جو ان کا انکار کرتے ہیں' اپنے انکار کی شدت کے حساب سے وہ اتنا ہی توحید کے بارے میں مذبذب ہوتے ہیں یہ جو ہمارے ہاں ایسے مواقع پر بعض لوگ انکار کرتے ہوئے 'شرک' کا بہانہ گھڑ لیتے ہیں یہ محض اپنے ضعف ایمان کو چھپانے کی خوبصورت تدبیر ہے۔ ہاں ہاں جو توحید کی واضح دلیل ہو، اسے شرک قرار دینا معاذ اللہ ایک شیطانی چال کے سوا کچھ نہیں۔ مثلاً حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بارہ سال کی ڈوبی ہوئی کشتی کی سواریوں کو زندہ کر دیا، تو کیسے زندہ کیا' کوئی نہیں کہتا کہ یہ ان کی اپنی طاقت تھی سب کے ذہن وزبان پر ایک ہی بات ہوتی ہے کہ انہیں اللہ جل شانہ نے اپنے سچے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی اتباع سے راضی ہو کر مردے زندہ کرنے کی طاقت بخشی تو کیا یہ اللہ کی قدرت کاملہ' عقیدہ توحید' صداقت اسلام' عظمت رسول ﷺ ' اور برکت اتباع سنت کی دلیل نہیں۔ مگر کیا کیا کیجئے۔

دور حاضر کے بزرج مہروں نے جنھوں نے بالکل برعکس نتیجہ نکالا۔

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا نام خرد   جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

بہر حال اللہ نے آیت معراج کے آغاز میں **سبحن** فرما کر ہمارے حق میں فیصلہ دیا۔ دیکھیں اپنے رب کے فیصلے کے سامنے کون سر تسلیم کرتا ہے اور اپنے واہی تباہی مزعومات وخیالات سے باز آتا ہے۔

لطیف ترین: ہم نے اوپر عرض کیا ہے کہ سائنس وفلسفہ کے زور سے فرشتوں جیسی سراپا لطافت مخلوق کو سمجھ سکنا ممکن نہیں۔ پھر حق یہ ہے کہ معراج جس شخصیت مقدسہ کے 'سیر' کا نام ہے، وہ کائنات کی لطیف ترین حقیقت ہے۔ حور وفرشتہ تو ایک طرف، انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی ارواح طیبات بھی ان کے جسم کی لطافت کو پانا تو ایک طرف اسے سمجھ بھی نہیں سکتیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کوئی فرشتہ یا کسی نبی علیہ السلام کی روح مقدسہ بھی نہیں پہنچ سکی جہاں حضور پرنور جسم اقدس سمیت تشریف لے گئے ہیں۔ ہاں یہ جسم پاک کائنات میں لطیف ترین ہے' اس سلسلے میں امام ربانی مجدد ومنور الف ثانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی سنئے۔

چوں وجود آں سرور علیه وعلی آله الصلوٰۃ والسلام در عالم ممکنات نباشد بلکه فوق ایں عالم باشد ناچار او را سایه نبود . ونیز در عالم شهادت سایه شخص از شخص لطیف تر ہست و چوں لطیف تر از وے در عالم نباشد اورا سایه چه صورت وارد علیه و علی آله الصلوات والتسلیمات (دفتر سوم حصه نهم مکتوب ۱۰۰)

ترجمہ: چونکہ آنحضرت ﷺ اس عالم ممکنات میں سے نہیں ہیں بلکہ اس سے بالاتر ہیں' ناچار آپ کا سایہ نہیں تھا۔ نیز عالم شہادت میں شخص کا سایہ شخص سے لطیف تر ہوتا ہے' چونکہ عالم میں آپ سے زیادہ لطیف کوئی چیز نہیں لہذا سایہ کیسے ممکن ہو علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات واکمل التحیات

اب لطیف ترین شخصیت کا قلیل ترین مدت میں طویل ترین سفر کرنا عقل کی حدود میں آسکتا ہو تو سفر غیر محدود اور عقل محدود کیوں کر ہو یہاں تو ایمان ہی کام آسکتا ہے، خدا کے قادر مطلق ہونے صاحب معراج کے لطیف ترین ہونے پر۔

عقل کچھ آستاں سے دور نہیں   اس کی قسمت میں پر حضور نہیں

علم میں بھی سرور ہے لیکن

یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں

دل بینا بھی کر خدا سے طلب

آنکھ کا نور دل کا نور نہیں!

بیان معراج. بہرحال اب واقعہ معراج کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تفصیل کے ساتھ نہیں بلکہ یہاں صرف وہ روایات درج ہوں گی جن سے حضور پرنور، سید کل، ختم الرسل حضور احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی عظمت یکتا وانکشاف ہوتی ہے۔ حقیقت میں معراج اسی عظمت یکتا کو عالم آشکارا کرنے کے لئے کرائی گئی اور اس خصوصی انداز میں اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے بلکہ مخصوص اسلوب میں بیان کرنے کا اصل مقصد یہی نظر آتا ہے

سب سے پہلے اس آیت کا آغاز سبحن سے کیا گیا۔ جیسا کہ کچھ ذکر اوپر آچکا، اس کا مطلب ومقصد بھی معراج اور صاحب معراج کی عظمت یکتا کا بیان تھا۔ پھر دیکھئے، اسریٰ (یعنی سیر کرائی) معراج شریف پر اعتراض کرنے والوں کو سمجھایا جارہا ہے، محبوب نے جانے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ہم نے لیجانے کا دعویٰ کیا لہذا منکرین شان مصطفےٰ خوب یاد رکھو تمہاری لڑائی والیل کی زلفوں والے اس محبوب مکرم ﷺ سے نہیں بلکہ مجھ سے ہے۔ ہم نے الفاظ کی تنگ دامانی کے پیش نظر جانے یا لیجانے کی بات کی ہے، ورنہ اللہ نے 'اسریٰ' فرمایا گویا معراج محبوب کے سفر کا نہیں، سیر وتفریح کا حال ہے۔ سفر میں تھکن بھی ہوتی ہے اور دوسرے حادثات وغیرہ بھی ہو جاتے ہیں مگر یہاں تو رحمت ہی رحمت اور فرحت ہی فرحت ہے، اس کا سفر کی صعوبتوں سے کیا واسطہ۔ یہاں تو گویا یہ مقصود تھا کہ اے محبوب ﷺ! مکہ وطائف کے باسی اگر تیری عظمت کے منکر ہیں تو یہ ان کا اپنا نقصان ہے۔ اوپر آیئے، فرشتوں کی فوج ظفر موج دیکھ جایئے جو آپ کے ایک اشارۂ ابرو پر سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔ دیکھئے یہ کس ذوق وشوق سے درود وسلام میں مگن رہ کر اپنی وفاداری کا ثبوت پیش کررہے ہیں۔ ہاں ہاں یہ سب آپ کے گیت گانے والے ہیں۔ ان ان گنت معصوم قدسیوں میں ایک بھی درود وسلام کا منکر نہیں، بیارے جنت کے جو گلزار آپ کے غلاموں کیلئے اور جہنم کے جو شعلہ زار آپ کے دشمنوں کے لئے تیار کئے ہیں، دیکھ جایئے۔

خلیل وکلیم: ہاں اسریٰ میں ایک اور نکتہ بھی دامن دل کھینچ رہا ہے، وہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کچھ ایسے ہی موقع پر قرب چاہا تھا تو اس کا ذکر انھوں نے یوں کیا تھا۔

وقال انی ذاھب الی ربی سیھدین٥(الصفت۔۹۹)

ترجمہ: اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، اب وہ مجھے راہ دے گا۔

انی ذاھب (یعنی میں جانے والا ہوں) سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے رب کی طرف جانے کا شوق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تھا۔ مگر اسریٰ (یعنی رب نے سیر کرائی) سے ظاہر ہوتا ہے کہ شوق بلانے والے کو تھا (قرآنی عبارت کے انداز سے یہی بات معلوم ہورہی ہے ورنہ معاذ اللہ یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ حضور پرنور ﷺ کو ملاقات کا شوق نہیں تھا۔ ہاں جب اللہ اپنا شوق ملاقات ہی ظاہر فرمائے تو اس کے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی شان بیحد بڑھ جاتی ہے) روایات میں حضرت جبریل علیہ السلام نے بھی خدا کے شوق ملاقات کا اظہار فرمایا تھا، مثلاً

یا محمد ان ربک یشتاق الی لقائک(اوکما قال)

ترجمہ: اے ذات ستودہ صفات بیشک تیرا رب تیری ملاقات کا مشتاق ہے

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا سیھدین (اللہ مجھے عنقریب راہ دے گا) بھی قابل غور ہے خصوصاً اس وقت جب خدا نے خود نے اپنے

حبیب علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا **و یھدیک صراطاً مستقیماً** (تا کہ تمہیں سیدھی راہ دکھاوے) سوچا آپ نے ایک طرف آرزو کا اظہار ہے مگر تکمیل آرزو کا ذکر نہیں دوسری طرف آرزو مذکور نہیں مگر تکمیل آرزو کا مژدہ دیا جا رہا ہے کیوں نہ ہو وہ خلیل ہیں یہ حبیب ہیں۔ (علیہما الصلوۃ والسلام)

یہی حال موسیٰ علیہ السلام کے ان کی شان کے لائق معراج کا ہے۔ جناب کلیم شوق لے کر گئے مگر وصل مقصود حد مقصود تک نہ ہوا۔ چنانچہ انھوں نے کہا **رب ارنی** (یعنی اے رب مجھے اپنا آپ دکھا) جواب دیا گیا **لن ترانی** (یعنی تو مجھے نہیں دیکھ سکتا) فرق بالکل ظاہر ہے۔ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کو یہ جواب نہیں دیا گیا کہ **لن یرانی احد** (یعنی مجھے تو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا)

گویا اے موسیٰ تمہارے لئے انکار ہے مگر سب کیلئے انکار نہیں۔ تم تو نسبتاً بہت ہی آسان سی صفاتی تجلی سے بیہوش ہو جاتے ہو۔ اس لئے تمھارے لئے **لن ترانی** کا جواب مناسب ہے۔

حضور ﷺ نے اپنے اللہ کو دیکھا یا نہیں۔ اس عنوان پر علماء کرام میں بحث رہی ہے۔ میں عرض کرتا ہوں اگر سب کے لئے دیدار خداوندی ناممکن ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام سے لن ترانی (یعنی تو نہیں دیکھ سکتا) کے بجائے لن یرانی احد (یعنی مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا فرمایا جاتا ہاں ہاں 'لن ترانی' سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب کے لئے دیدار ناممکن نہیں کم از کم ایک تو ایسا ضرور ہونا چاہئے۔ جو دیدار کرکے **لن ترانی** کی معنویت کے ظہور کا سبب ہو ورنہ اگر ایک بھی دیدار کے قابل نہ ہو تو **لن ترانی** کا جواب فصاحت ہی کے خلاف ہوگا۔

اب پھر وہی بات جو حضرت خلیل علیہ السلام کے باب میں کہی گئی کہ وہ اپنی خواہش سے گئے تھے یہاں بھی دہرائی جاتی تھی۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا بھی یہی حال ہے، مگر صاحب معراج حبیب خدا ﷺ کو باقاعدہ بلایا گیا تھا اور اس پر خود اسریٰ بھی شاہد ہے۔ ٹھیک فرمایا کسی نے

طور اور معراج کے قصے سے ہوتا ہے عیاں
اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے

بلکہ اسریٰ کے قرآنی لفظ کے علاوہ حدیث پاک کا حضور ﷺ کو بار بار ادن منی (میرے قریب ہو) فرمایا جانا اس حقیقت کو بہت زیادہ واشگاف کر دیتا ہے۔ اعلیٰحضرت نے خوب فرمایا

بڑھ اے محمد ﷺ قریب احمد، قریب آ سرور مجد ﷺ
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی، یہ کیا سماں تھا، یہ کیا مزے تھے

سیدھے سادھے انداز میں یوں سمجھئے کوئی کسی کو بڑے اہتمام سے بلائے، معززین کے ایک ہجوم کو مہمان کے لئے سواری دے کر بھیجے، راستے میں مختلف منزلوں پر استقبالیہ کمیٹیوں کا اہتمام بھی کرے اور جب وہ محبوب منزل مقصود کے بالکل قریب آ جائے تو صاحب خانہ گھر کے دروازے بند کرے اور ملنے سے انکار کر دے۔ اگر عام اخلاقیات میں اس کا تصور نہیں ہو سکتا تو رب محمد ﷺ کی شان بندہ نوازی کے تو قطعاً خلاف ہے کہ جس محبوب کو اس نے خود بلایا ہے اسی کو دیدار نہ کرائے۔ یہاں تو جو صورت حال تھی اس کے تصوراتی نقشے کے مطابق بقول حضرت اقبال علیہ الرحمہ یہ فرمایا جا رہا تھا

قدم بیباک تر نہ در حریم جان مشتاقاں
تو صاحبخانہ آخر چرا دزدانہ می آئی

عبدیت: اب آخر میں ایک اور وضاحت بھی ضروری ہے۔ معراج ہوئی تو اس کی بنیاد کیا تھی۔ اگلے لفظ پر غور کیجئے بعبدہ (اپنے عبد کو) گویا

معراج کا سبب اور بنیاد بندے کا ذوق بندگی ہے۔ جو جتنا عبد (یا بندہ) ہے یا جس میں جتنی بندگی (یا عبدیت) ہے، اس کو اتنی ہی معراج کرائی جائے گی۔ بندگی کامل ہوگی تو معراج بھی کامل اور اگر بندگی کامل ترین ہو تو معراج بھی کامل ترین۔ امام ربانی حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بھی عام صوفیہ صافیہ علیہم الرحمتہ کے علی الرغم محبت کی بجائے عبدیت کو افضل قرار دیا ہے۔ میرا حاصل مطالعہ یہی ہے کہ سب اولیاء اللہ کاملین ہیں۔ اسی لئے ہر ولی کے لئے فارسی اور اردو تصوف کی کتابوں میں لفظ کامل استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ع بوسہ زن بر آستان کاملے اندر سے قلب و روح کی بیماریاں نکل جائیں اور پرواز روحانی میں جو رکاوٹیں ہیں دور ہو جائیں تو بندہ کامل ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ اور ان کے مرید صادق حضرت اقبال علیہ الرحمہ 'کامل' اور 'کاملان' جیسے الفاظ عام استعمال میں آئے ہیں۔ چنانچہ ہر ولی کامل اور جوں جوں ترقی کرتا ہے، کامل تر ہوتا جاتا ہے۔ ہر نبی بھی اللہ کا عبد تو ہے مگر اس کی عبدیت ولی کی عبدیت کے مقابلے میں بہت زیادہ کامل اور بلند ہوتی ہے۔ پھر نبیوں میں جس کو جتنی فضیلت حاصل ہے، دراصل اس کی عبدیت کے حساب سے ہے۔ غرض جوں جوں عبدیت میں ترقی ہوگی، فضائل میں اضافہ ہوگا۔ ہم جیسے گنہگار تو کسی ولی کی عبدیت کو نہیں سمجھ سکتے، چہ جائیکہ کسی نبی علیہ السلام کی عبدیت کو سمجھنے کا دعویٰ کریں اور سمجھانا تو اور بھی مشکل ہوتا ہے۔ پھر ان انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا سید و سالار اور مقدام و امام وہ محبوب ﷺ یکتا ہے۔ جو پیکر عبدیت ہے اور جس نے اپنی امت کو اپنی رسالت سے بھی پہلے اپنی عبدیت کی گواہی پر تیار کیا۔ دیکھ لو

اشهدان محمد أرسوله

اشهد ان محمد أرسوله و عبده نہیں کہلوایا

بلکہ ان الفاظ میں گواہی کی تلقین کی **اشهد ان محمد ا عبده و رسوله**

یہاں تو گواہی کے سلسلے میں نام نامی کا مذکور ہونا ضرور تھا ورنہ قرآن پاک میں جہاں بھی عبدہ کے ساتھ نام پاک مذکور ہوا ہے، اس سے مراد حضور ﷺ کی ذات پاک ہے۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام میں سے جس کے لئے بھی عبدہ آیا، ساتھ اسم گرامی بھی آیا، مگر ایک حضور پرنور ﷺ ہیں کہ انداز منفرد ہے۔ ہاں ہاں یکتا کے لئے انداز بھی یکتا ہونا چاہیے۔

آخر میں یہ عرض کر دوں کہ عبدیت اور بندگی سے کیا مراد ہے۔ اس کا آسان سا مفہوم تو ذہن کی یہ کیفیت ہے کہ میرا اپنا کچھ نہیں، سب کچھ میرے مالک کا ہے، میرے رب کا ہے۔ مالک کی رضا کے سوا کوئی رضا نہیں، مالک کے ارادے کے سوا کوئی ارادہ نہیں۔

آپ نے احادیث میں دیکھا ہوگا کہ حضور پرنور ﷺ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھاتے ہیں تو فرماتے ہیں **والذی نفسی بیدہ** (یعنی جس کے ہاتھ میری جان ہے) یا **والذی نفس محمد بیدہ** (جس کے ہاتھ محمد ﷺ کی جان ہے) مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کے انکار جہاد کے بعد اپنی وفاداری کا اظہار کرتے ہوئے رب کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

قال رب انی لا املک الا نفسی و اخی فافرق بیننا وبین القوم الفسقینo (المائدہ۔۲۵)

ترجمہ: موسیٰ نے عرض کی اے رب میرے مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو تو ہم کو بے حکموں سے جدا رکھ

اگر چہ موسیٰ علیہ السلام کا مقام عبدیت بہت بلند ہے جہاں بڑے سے بڑا ولی بلکہ صحابی بھی نہیں پہنچ سکتا مگر دیکھ لو پھر بھی اپنے اور اپنے بھائی کے مالک ہونے کا اقرار کر رہے ہیں۔ مالک ہونا بھی تو ایک بات ہے اور محبوب ﷺ کریم کے یہاں جان تک کو بھی اپنے قبضے میں نہیں سمجھا جاتا۔ بندہ پیکر نیاز بن کے کہتا ہے 'میرا کچھ نہیں، سب کچھ میرے مالک کا ہے، اور مالک دلنواز اعلان کرتا ہے 'سب کچھ تیرا

ہے۔ اور جو تیرا نہیں، وہ میرا نہیں۔

اب قصہ معراج شریف کی طرف غور کیجئے۔ جو اس پائے کا عبد ہے کہ خود کو کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز کا مالک بھی نہیں سمجھتا، بلکہ اپنے خدا کو اپنی ہر شے کا مالک جانتا ہے اور انتہائے نیاز و تواضع سے اپنے خدا کی بارگاہ میں پیش ہوتا ہے، وہ کسی سیر و تفریح کا پروگرام خود کیوں بنائے اور کسی بات حتیٰ کہ ترقی یا شرف تک کا مطالبہ خود کیوں کرے، وہ تو اپنی عبدیت کے تقاضوں میں گم ہے اور اپنی ہر چیز اپنے مالک کے سپرد کر چکا ہے۔ جو عبد اس مقام تک ابھی نہیں پہنچا وہ انی ذاهب (یعنی میں جانے والا ہوں) کہے گا اور جو عبدیت سے سرشار ہے اس کے لئے 'اسریٰ' کا پروگرام ہوگا۔ بلا تشبیہ محض وضاحت کے لئے عرض کیا جاتا ہے کہ جو مرید فنا فی الشیخ یا اس کے قریب ہو جائے اور اپنا سب کچھ اپنے شیخ کے حوالے کر کے اسی کے اشارہ ابرو پر چلے، وہ دوسرے مریدوں سے منفرد ہوتا ہے۔ کیونکہ باقی مرید اپنا پروگرام خود ترتیب دیتے ہیں مگر جو شیخ پر سب کچھ نثار کر چکا اور اس کا مرید نہیں، 'مراد' بن گیا اس کے اہم امور کا ذمہ دار خود شیخ ہوگا۔

سیرت مقدسہ کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ مکہ و طائف کے لوگوں نے اس مقصود کائنات اصل موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التسلیمات کے ساتھ بدترین سلوک کیا۔ مگر پھر بھی اس حبیب پاک سرور لولاک ﷺ نے ان کے خلاف دعائے ہلاکت نہ فرمائی۔ آخر کیوں؟ اس خیال سے کہ یہ میرے رب کی مخلوق ہے۔ میرا کام تو اسے عذاب سے بچانا ہے، عذاب میں دھکیلنا نہیں۔ میرے ذمے ان کی حفاظت ہے، ہلاکت نہیں۔ میرے رب کو اپنی مخلوق سے پیار ہے، چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

الخلق عيا ل الله فاحب الخلق الى الله من احسن الى عياله (بیہقی)

ترجمہ: ساری مخلوق (گویا) اللہ تعالیٰ کا گھرانہ ہے پس مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے گھرانے سے اچھا سلوک کرے

کون نہیں جانتا اللہ کی ساری مخلوق میں وہ شخصیت کونسی ہے جسے انسانیت کا محسن اعظم سمجھا جاتا ہے۔ (ﷺ) اور بالیقین جو انسانیت کا محسنِ اعظم ہے، وہی اللہ کا حبیب اعظم ﷺ بھی ہے۔ ادھر مکہ و طائف کی گلی بازاروں میں دل آزاری کی انتہا کی جا رہی ہے اور ادھر لامکاں میں دلنوازی بھی پورے جوبن پر ہے۔ ادھر زمین پر لہولہان کرنے کا سماں ہے، ادھر آسمان سے آواز آ رہی ہے۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

یہاں آخری مغل تاجدار کے ایک شعر سے لطف اندوز ہو جایئے۔ یہی گویا فلسفہ معراج ہے۔

دیا اپنی خودی کو جو ہم نے مٹا، وہ جو پردہ سا تھا بیچ میں نہ رہا
رہے پردے میں اب نہ وہ پردہ نشیں، کوئی دوسرا ان کے سوا نہ رہا

......☆☆......

اسلام کا پہلا عقیدۂ توحید

...(حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿توحید یعنی اللہ پر ایمان کے فائدے﴾

حکیم الامت حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے مثنوی 'رموزِ بے خودی' میں ایک عنوان باندھا ہے۔

"در معنی ایں کہ یاس وحزن وخوف ام الخبائث است وقاطع حیات وتوحید ازالہ امراض خبیثہ می کند"

ترجمہ: اس حقیقت کے بیان میں کہ نا امیدی، غم اور خوف غیر خدا سب سے بڑے (نفسیاتی) امراض وخبائث ہیں، یہ انسانی زندگی (اور اس کی توانائیوں) کی لے ڈوبتے ہیں اور توحید کا عقیدہ ان بدترین روحانی امراض کا ازالہ کر دیتا ہے۔

سب سے پہلا نفسیاتی مرض نا امیدی ہے: حضرت حکیم الامت نے پھر اپنے حکیمانہ وشاعرانہ انداز میں اس حقیقت کی تشریح فرمائی ہے۔ ان کے نزدیک پاکیزہ وانقلابی خواہشات سے دستبردار ہو جانا انسان کے لئے گویا سامانِ موت ہے (خدا کے فضل سے) امید ہی سے زندگی مضبوط ہوتی ہے ورنہ مایوسی تو انسان کو ناتوان ونامراد بنا دیتی ہے اور امید پیدا ہوتی ہے اللہ پر ایمان کامل یعنی توحید کے مضبوط عقیدے سے۔ اگر اللہ کی رحمت پر ایمان ہی نہ ہو تو مایوسی کا علاج ناممکن ہے۔ چنانچہ قرآن پاک فرماتا ہے۔

قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ط ان الله یغفر الذنوب جمیعاً ط انه هو الغفور الرحیم o (الزمر:۵۳)

ترجمہ: تم فرماؤ، اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

اسی قرآن پاک میں ہے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادوں کو حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی کی تلاش کا حکم دیا تو ساتھ ہی فرمایا

ولا تا یئسوا من روح الله انه لا یا یئس من روح الله الا القوم الکفرون o (یوسف۔۸۷)

ترجمہ: اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔

دیکھا اللہ کے پاک پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کافر ومومن میں کیا فرق بیان فرمایا ہے۔ اسی واقعے پر غور فرمائیں عقل ظاہر بین کی رو سے حضرت یوسف علیہ السلام کی 'بازیابی' کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا مگر نبوت کی آنکھ اللہ کی وسعت رحمت وقدرت پر تھی، صاف صاف سمجھا دیا کہ گویا اللہ کو قادر مطلق اور رحمٰن ورحیم سمجھنے والا کبھی مایوس نہیں ہو سکتا۔ حق یہ ہے اللہ کے پاک بندوں ہی کے طرز فکر اور طرز عمل سے 'توحید' کی تفسیر ہو سکتی ہے اور قرآن پاک میں ان واقعات کو بیان کرنے کی اہم وجہ یہی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ رہنمائی اس رسول اعظم ﷺ کی سیرت طیبہ سے ملتی ہے جو سب کا ہادی اور سب کے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ حضرت اقبال فرماتے ہیں۔ (صرف منتخب اشعار)

مرگ را ساماں ز قطع آرزوست　　زندگانی محکم از لاتقنطواست
زندگی را یاس خواب آور بود　　ایں دلیل سستی عنصر بود
از دمش میرد قوائے زندگی　　خشک گردد چشمہ ہائے زندگی

دوسرا نفسیاتی وروحانی مرض غم ہے: اقبال علیہ الرحمہ کے بقول

'غم رگ جاں را مثال نشتر است'

یعنی غم بھی رگ جاں کے لئے نشتر کی طرح مہلک ہے۔ چنانچہ مردِ مومن کو تلقین فرماتے ہیں

اے کہ در زندانِ غم باشی اسیر　　از نبی تعلیم لاتحزن بگیر
ایں سبق صدیق را صدیق کرد　　سر خوش از پیمانۂ تحقیق کرد

یعنی اے غم کے قیدی، اپنے نبی مکرم ومعظم ﷺ کے مکتب نبوت سے وہ علم پڑھ جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو 'غار ثور' میں پڑھایا گیا تھا وہ کیا تھا۔ قرآن پاک میں ہے

اذا خرجه الذين كفروا ثانى اثنين اذهما فى الغار اذ يقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا (التوبہ۔۴۰)

ترجمہ: جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا اس حال میں کہ وہ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے فرمارہے تھے **لا تحزن ان الله معنا**، (غمگین نہ ہو، بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے)

حضرت اقبال فرماتے ہیں مردِ مومن رنج وغم سے آلودہ نہیں ہوتا بلکہ سراپا تسلیم ورضا بن کر اپنے رب کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔ وہ اس طرزِ فکر وعمل سے ستارے کی طرح دنیا سے بلند وروشن ہوجاتا ہے اور زندگی کی راہ میں دکھوں، مشکلوں اور آفتوں کے باوجود مسکراتا رہتا ہے۔ اس سلسلے میں آخری فیصلہ یوں فرماتے ہیں (اور یہ شعر یاد رکھنے کے قابل ہے)

گر خدا داری ز غم آزاد شو　　از خیالِ بیش وکم آزاد شو

ترجمہ: اگر واقعی خدا پر تیرا ایمان ہے تو تجھے غم سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہوجانا چاہئے کیونکہ جب خدا تیرے ساتھ ہے تو پھر غم کا ہے کا، ہاں مال کی بیشی کے خیالات بھی توحید کے منافی ہیں، ان سے بھی جان چھڑالے۔

تیسرا مرض ہے خوف غیر اللہ: خوف غیر اللہ کے نقصانات کیا ہیں، اقبال فرماتے ہیں

ہم غیر اللہ عمل را دشمن است　　کاروانِ زندگی را رہزن است

یعنی غیر اللہ کا خوف انسان کو 'عمل' سے روکتا ہے اور 'زندگی' کے قافلے کو لوٹ لیتا ہے (گویا تمام توانائی کو غیر موثر کرکے رکھ دیتا ہے)

عزمِ محکم ممکنات اندیش ازو　　ہمت عالی تامل کیش ازو

یعنی مضبوط ارادے والے انسان پر بھی غیر اللہ کا خوف مسلط ہوجائے تو وہ عملی قدم اٹھانے کی بجائے امکانات کا جائزہ ہی لیتا رہتا ہے اور بڑے بڑے بلند ہمت لوگ اس کے زیر اثر سوچ بچار میں ہی وقت گزار دیتے ہیں

غرض

ہر شر پنہاں کہ اندر قلب تست　　اصل او بیم است اگر بینی درست
لابہ ومکاری وکین و دروغ !!　　ایں ہمہ از خوف می گیرد فروغ
پردۂ زور و ریا پیراہنش　　فتنہ را آغوش مادر دامنش

ترجمہ: ہر برائی جو تیرے دل میں چھپی ہوئی ہے، اس کی بنیاد بھی یہی خوف غیر اللہ ہے (اگر تو ٹھیک ٹھیک سمجھے) مثلاً خوشامد، مکروفریب،

بغض وکینہ اور جھوٹ جیسی بری صفات اسی خوف سے پروان چڑھتی ہیں۔ کذب وریاکاری اس خوف کا پیراہن ہے اور فتنہ وفساد کے لئے اس کا دامن آغوش مادر ہے۔ بالیقین غیر خدا کا خوف بہت بڑا مرض ہے اور اس کا علاج بھی عقیدہ توحید ہی سے ممکن ہے۔ چنانچہ وہ لوگ جو اللہ پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں اور یہ ایمان ان کے رگ وریشہ میں سما جاتا ہے، یعنی اولیاء اللہ، اس خوف سے پوری طرح آزاد و محفوظ رہتے ہیں۔

الا ان اولیآء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ٥ (یونس:۶۲)

ترجمہ: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

ایمانی طاقت ہی تیرے لئے حیات افزا ہے، تجھے چاہئے کہ اولیاء اللہ کی سیرت کو سامنے رکھے اور) اس مندرجہ بالا آیت کا ورد کرتا رہے۔ (کیا تجھے خبر نہیں کہ) جب حضرت کلیم علیہ السلام فرعون کی طرف جاتے ہیں تو ان کا دل (اللہ کے حکم لاتخف یعنی اے موسیٰ) 'مت ڈر' سے مضبوط ہوتا ہے۔ (لہذا فرعونوں اور طوفانوں کا مقابلہ یونہی ہوسکتا ہے کہ غیر اللہ کا خوف قطعا دل میں نہ ہو۔

ذرا غور فرمایئے: اللہ جل مجدہ نے جہاں بھی توحید اور اس کے اثرات وثمرات کا ذکر فرمایا، اپنے پاک اور محبوب بندوں کے حوالے سے فرمایا۔ یہیں دیکھ لیجئے۔ حضرت اقبال کا حاصل مطالعہ یہی ہے کہ توحید تین بدترین نفسیاتی وروحانی بیماریوں کا علاج ہے، یعنی اللہ پر ایمان رکھنے والا نہ اس کی رحمت سے مایوس ہوتا ہے اور نہ حزن وخوف کا شکار ہوتا ہے۔ توحید کے ان تینوں فوائد کا ذکر اللہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام اور اولیاء اللہ کے حوالے سے کیا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ اللہ والوں سے تعلق نہ ہو تو توحید کے انوار سے دل روشن ہو ہی نہیں سکتا اور اس کے ثمرات وبرکات کا جلوہ دیکھا ہی نہیں جاسکتا۔ جو خوش نصیب اللہ کے پیغمبروں (علیہم السلام) کی صحبت سے مشرف ہوئے، وہ ان کے اصحاب کہلائے اور ان کی امتوں میں وہی سب سے افضل تھے۔ چنانچہ سب سے آخری نبی حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی صحبت جن بلند قسمت لوگوں کو میسر آئی اگرچہ چند منٹوں کے لئے آئی، بعد میں آنے والے سب مقربین مل کر بھی ان میں سے کسی ایک کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اس کی وجہ یہی ہے جو ایمانی وقرآنی انوار حضور انور ﷺ کی زیارت وصحبت سے حاصل ہو سکتے تھے، وہ کسی بھی دوسری صورت میں حاصل نہیں ہو سکتے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت سے فیض پانے والے تابعین کہلائے تو ان کا بھی امت میں ایک خصوصی مقام تسلیم کیا گیا، پھر یونہی تابعین کی صحبت سے مشرف ہونے والے تبع تابعین رضی اللہ عنہم کی باری آئی۔ ان کے بعد صوفیہ واولیاء کرام علیہم الرحمہ کا دور آیا۔ سب کی صحبت کے فیوض نے امت کے دل ودماغ کو روشن کیا۔ حقیقت یہی ہے کہ جس کو بھی توحید ایمان کامل یا عمل صالح کی دولت ملی اس میں سب سے زیادہ دخل انہیں اللہ والوں کی صحبت وتربیت کا رہا ہے۔ ہم نے اپنے سامنے ایسے لوگوں کو دیکھا جو بظاہر علم وحکمت سے بہت آراستہ نظر آتے تھے، مگر ایمان کے معاملے میں بعض دفعہ ایسے سفید ان پڑھ جو اللہ کے کسی فقیر کی صحبت میں رہے، ان علما، فقہا مناظرین ومحققین سے آگے تھے۔ سچ فرمایا حضرت اکبر آلہ آبادی مرحوم نے

نہ کتابوں سے، نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا !!

بلکہ ایک اور جگہ مزید فیصلہ کن انداز ہے

کورس تو حرف ہی سکھاتے ہیں
آدمی آدمی بناتے ہیں!

حکیم الامت حضرت اقبال کا یہی نقطہ نظر ہے (جسے آپ نے بار بار دہرایا)

مثلاً۔ (۱) صحبت اہل نظر، نور وسرور و حضور سرخوش ودیر کیف ہے لالہ لب آبجو!

(۲) فیصلہ دل کا اگر مد نظر ہے تجھ کو — مرد مومن کی نگاہ غلط انداز ہے بس

۳۔رباعی
دم عارف نسیم صبحدم ہے — اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر — شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

یہ رباعی دراصل آزاد ترجمہ ہے لسان الغیب حضرت حافظ شیرازی علیہ الرحمہ کے شعر کا، وہ فرماتے ہیں

شبان وادیٔ ایمن گہے رسد بمراد
چو چند سال بجاں خدمت شعیب کند علیہ السلام

صحبت کی تاثیر ایک ایسی چمکتی ہوئی حقیقت ہے، جس کا کوئی باشعور، منصف مزاج انسانی فطرت کا مطالعہ کرنے والا انکار نہیں کر سکتا اور تاریخ اسلام تو اس قسم کے ہزاروں واقعات سے بھری پڑی ہے جن میں ہر ایک اس پر شاہد عادل ہے۔ یہاں واقعی محض علم وہ کام نہیں دیتا جو اللہ والوں کی محبت دیتی ہے۔

دربار لاثانی علی پور سیداں شریف: الحمد للہ دور آخر میں سند العارفین، شیخ الکاملین، غوث صمدانی، قطب ربانی، قیوم زمانی، شاہباز لامکانی حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہٗ النورانی کی صحبت کیمیا اثر بھی قلب و نظر میں توحید و ایمان کے جلوے اور علم و عمل کے انوار بھرنے میں 'لاثانی' تھی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے بعض ایسے حضرات کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے جو بظاہر بہت کم پڑھے تھے یا بالکل اَن پڑھ تھے مگر شیخ لاثانی کی صحبت و تربیت نے انھیں کہیں کا کہیں پہنچا دیا تھا ایک میں ہی نہیں، بعض جید علماء بھی اِن اَن پڑھ بوڑھوں کی باتیں سن کر انگشت بدنداں رہ جاتے۔ آج سکول و کالج کی فضا ہی شکوک و شبہات کے دھوئیں سے تاریک نہیں، بلکہ مکتب و مدرسہ کو بھی بعض لوگوں نے سکون و اطمینان کے فیضان سے محروم کر دیا ہے۔ ایسے میں توحید کے انوار دل میں چمکیں تو کیونکر اور اخلاص سے سینے روشن ہوں تو کیسے؟ حقیقت یہ ہے کہ ایسی صورت حال میں اب بھی شہنشاہ لاثانی قدس سرہ کا کوئی درویش مل جاتا ہے تو جی پکار اٹھتا ہے

بہت جی خوش ہوا حالی سے مل کر
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرہٗ کے بعد سجادہ نشین ہوئے، آپ کے نبیرۂ مقدس، اعلیحضرت عظیم البرکت، قیوم دورانی حضور نقش لاثانی قدس سرہ۔ یہ فقیر آپ ہی کا ادنیٰ سا سگ بارگاہ ہے، جس نے سکولوں اور کالجوں میں سالہا سال خاک چھانی، اس کے باوجود کھلے دل سے اس کا اعتراف کرتا ہے کہ ایمان کی جو حلاوت، اللہ کی جو محبت، شہنشاہ کائنات حضور سید العلمین ﷺ کے عشق کی جو دولت، تلاوت قرآن پاک کی جو لذت اور اللہ والوں سے جو عقیدت حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی سرکار سے ملی، اس کا شمہ بھی کہیں اور سے حاصل نہیں ہوا۔ آج بعض لوگ 'الحقیقہ' کے اداریئے پڑھ کر حیرت و استعجاب میں ڈوب جاتے ہیں کہ ایک کمزور دکمپرس شخص اس جرات کا اظہار کیونکر کرتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اس میں اس بے کس دہیچ میرز کا کوئی کمال نہیں، یہ فیضان ہے اسی درویش خدامست حضور نقش لاثانی کی نظر رحمت کا، جس نے ایک عرصہ تک اپنی خدمت میں رکھ کر معیت و تربیت کا شرف بخشا اور زمانے کی چال ڈھال سے بال بال بچایا۔ اب میری 'آپ بیتی' سنئے، اس میں ہرگز شک نہیں کہ یہ فقیر طبعاً از حد ڈرپوک ہے مگر قربان اس شہنشاہ ولایت نے جس پر ایک موقع پر فرمایا

'آ سی دُنیا میں ایک دفعہ ہی آنا ہے، اس لئے مخلوق سے کہیں ڈر کے نہ رہنا۔

میں نے عرض کیا، حضور پھر یہ خوف غیر اللہ دل سے ہی نکال دیں، دل یہ کہتا ہے اس سگ بارگاہ کی درخواست کسی حد تک ضرور منظور ہو گئی اور سخی نے اس نعمت سے بھی کچھ نہ کچھ ضرور نوازا ہاں ہاں خیال تو فرمایئے آج کس کو مجھ سے شکایت نہیں، بلکہ بالکل وہی حال ہے

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند! (اقبال)

مگر اس کا سبب؟

نقش لاثانی اپنے آسی کو کیا خبر کیا نشہ پلا بیٹھے

﴿توحید کے چند تقاضے﴾

(۱) سب سے زیادہ محبت: اللہ پر ایمان کا یعنی توحید کا اولین تقاضا یہی ہے کہ سب سے زیادہ محبت اسی کی ذات وحدہ لا شریک لہ سے ہے قرآن پاک میں ہے۔

والذین امنوا اشد حبا للہ ط (البقرہ:۱۶۵)

ترجمہ: اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں

(۲) اللہ کے لئے محبت: اس کے بعد جس سے بھی محبت ہو، اسی کے لئے ہو۔ دشمنی بھی کسی نفسانی غرض سے نہ ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی کے لئے ہو۔ حدیث پاک میں اسے افضل اور محبوب ترین عمل فرمایا گیا ہے۔

ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں

ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ الحب فی اللہ و البغض فی اللہ (احمد، ابوداؤد)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کو سب سے پسندیدہ عمل ہے کہ اللہ کے لئے ہی محبت کی جائے اور اللہ ہی کے لئے عداوت رکھی جائے۔

ظاہر ہے اللہ کیلئے محبت کے سب سے زیادہ مستحق اس کے حبیب مکرم رسول اعظم ﷺ ہی ہو سکتے ہیں اور ان کے غلام نیز اللہ کے لئے بغض کا سب سے زیادہ اہل شیطان ہے اور اس کا ساتھی۔ جہاں تک حضور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی محبت کا تعلق ہے، یہ خود اللہ کی محبت ہے بالکل اسی طرح جس طرح حضور ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، اسی لئے اسے ایمان کی علامت بلکہ عین ایمان بلکہ اصل ایمان سمجھا گیا ہے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرے اور حضور پرنور ﷺ کی محبت سے محروم ہو تو بالیقین وہ خدا کی محبت سے بھی خالی ہے اور دائرہ اسلام و ایمان سے خارج ہے۔ حضور پرنور ﷺ کے اس فرمان ذیشان کو ہمیشہ پیش نظر رکھئے

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین (بخاری و مسلم)

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اولاد بلکہ تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس نکتے کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے، میں نے تقریباً عمر بھر کوشش کی ہے کہ اس ارشاد عالی کی اشاعت زیادہ سے زیادہ کی جائے اس لئے آپ میری تحریروں میں اس حدیث پاک کو بار بار دیکھ کر حیران بھی ہوں گے، وہ اس لئے کہ ہمارے انفرادی و اجتماعی مسائل و مصائب کا واحد اور خصوصی علاج یہی محبت رسول ﷺ ہے۔ اسلام کے دور اول سے اب تک سب اہل ایمان و اسلام کا یہی عقیدہ رہا ہے اور دور حاضر میں مجدد ملت اعلیحضرت بریلوی قدس سرہ ہی اس کے علمبردار نہیں، حکیم الامت حضرت اقبال کے پیغام کا مرکزی نقطہ بھی یہی ہے

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

طبع مسلم از محبت قاہر است
مسلم ار عاشق نباشد کافر است

بلکہ انسان وہی ہے جو حضور ﷺ کی محبت سے مالا مال ہے، اپنے بلکہ سب کے آقا و مولا ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں

تیری الفت کی اگر ہو نہ حرارت دل میں
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا !!

(مزید تفصیل اسی مضمون کے دوسرے حصے میں آئے گی، انشاءاللہ)

مختصر یہ کہ توحید کا تقاضا تو یہ تھا کہ اللہ کے سب محبوبوں اور دوستوں سے محبت ہو کہ یہ سب سے افضل و پسندیدہ عمل اور ایمان کی تکمیل کی علامت ہے۔ اور ان سب میں سب سے زیادہ پیارا اللہ کے سب سے پیارے رسول حضور سید عالم ﷺ سے ہو، مگر دور آخر میں اسلام دشمنوں کے اشارے پر بعض لوگوں نے ان کے ہاتھ پر ضمیر و ایمان کا سودا کر کے اسی محبت و عقیدت کو جو عین ایمان تھی اور نماز روزے جیسے فرائض سے بھی افضل وَاَحَبّ تھی، توحید کے منافی قرار دیا اور بعض تو یہاں تک شور مچانے لگے کہ محبت مقصود ہی نہیں (معاذ اللہ) ذرا سوچئے اسلامی نظام کے یہ 'مبلغ' اور اسلامی تعلیمات کے یہ بے روح 'مجسمے' اسلام سے اور خصوصاً توحید سے کتنے دور اور بے بہرہ ہیں۔

(۳) توکل علی اللہ: توحید یعنی اللہ پر ایمان لانے کا ایک اہم تقاضا محبت ہی نہیں، اس پر توکل علی اللہ بھی ہے چنانچہ

وقال موسی یقوم ان کنتم امنتم با للہ فعلیہ تو کلوا ان کنتم مسلمین ٥ (یونس:۸۴)

ترجمہ: اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم اسلام رکھتے ہو۔

(۴) خوف خدا: توحید ظاہر ہے اللہ پر ایمان اور اس کے عرفان کا نام ہے، جوں جوں توحید مضبوط ہو گی۔ اللہ پر ایمان بھی مضبوط ہوگا اور اس کا عرفان بھی زیادہ ہوگا۔ اور جوں جوں یہ عرفان زیادہ ہوگا اللہ کا خوف زیادہ ہوگا اور جوں جوں یہ خوف زیادہ ہوگا انسان کا فکر و عمل نکھرتا جائے گا۔ واضح رہے فکر سے مراد ہے عقیدہ اور عمل سے مراد ہے عمل صالح یہ توحید ہی ہے جو انسان کے دل و دماغ کو روشن کرتی ہے اسے خوف خدا سے آراستہ کر دیتی ہے۔ اور پھر یہی خوف خدا ہے جس سے انسان اتنا ارفع و اعلیٰ ہو جاتا ہے کہ فرشتے بھی اس کی گرد راہ کو نہیں پہنچ پاتے۔ اسی خوف خدا کو حدیث پاک میں بہترین 'دانائی' فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد عالی ہے

راس الحکمۃ مخافۃ اللہ

ترجمہ: بہترین دانائی اللہ کا خوف ہے۔

﴿خوف خدا کے تقاضے اور فائدے﴾

(۱) رسول خدا کا ادب: یہی خوف خدا ہے جو اللہ جل جلالہ کے رسول اعظم ﷺ اور دوسرے محبوبان خدا کی بے ادبی سے بچاتا ہے، چنانچہ قرآن پاک فرماتا ہے

والذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم ٥ (التوبہ۔۶۱)

ترجمہ: اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے

(۲) اہل بیت کا ادب: اسی 'خوف خدا' کے حوالے سے 'اہل بیت اطہار' رضی اللہ عنہم کے حقوق یاد دلائے گئے ہیں
(یعنی جس میں اللہ کا خوف ہے وہ اہل بیت کا باغی نہیں ہو سکتا)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا!

اذکر کم اللہ فی اھل بیتی اذکر کم اللہ فی اھل بیتی (مسلم)

یعنی میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ (یعنی اللہ سے ڈرنا اور اہل بیت کے حقوق کا خیال رکھنا۔

(۳) صحابہ کرام کا ادب: خوف خدا کا ایک اہم تقاضا یہ ہے کہ رسول پاک کے اصحاب کی تعظیم کرے اوران کی بے ادبی سے بچے چنانچہ ارشاد ہے

الله الله فی اصحابی ، الله الله فی اصحابی (ترمذی)

ترجمہ: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا۔

(۴) اولیاء اللہ کی عداوت سے بچنا: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ رب فرماتا ہے۔

من عادلی ولیاً فقد اذنته با لحرب (حدیث قدسی)

ترجمہ: جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔

(۵) صالحین کا ساتھ: قرآن پاک فرماتا ہے

یاایھا الذین امنو اتقوا الله و کونوا مع الصدقین○ (التوبہ:۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ

(۶) وسیلہ پکڑنا: قرآن پاک فرماتا ہے۔

یا یھاالذین امنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة جاھدوا فی سبیله لعلکم تفلحون○ (المائدہ:۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

(۷) شعائر اللہ کی تعظیم: قرآن پاک فرماتا ہے۔

و من یعظم شعا ئر الله فانها من تقوی القلوب

ترجمہ: بات یہ ہے اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرتے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری ہے

یقیناً تقویٰ (اور خوف خدا) ایک عظیم دولت ہے۔ مختصراً یوں سمجھ لیجئے توحید کا ایک اہم تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس خوف کے یہ اہم تقاضے ہیں اللہ کے محبوب اعظم واکرم ﷺ کا ادب اور ان کے نائبوں اور وارثوں کی تعظیم بلکہ اللہ سب نشانیوں کا احترام۔ اسی ادب واحترام کو یار لوگوں نے شرک قرار دیا، کیوں، اس لئے کہ انھوں نے قرآن پاک سے روشنی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اپنے خیالات کو اس پاک کتاب پر ٹھونسنے کی کوشش کی۔ کتنا تضاد ہے ان میں اور قرآن پاک کی تعلیم میں۔ یہ وسیلہ پکڑنے کو شرک قرار دیتے ہیں اور قرآن پاک اسے توحید کا تقاضہ فرماتا ہے۔ خیر جو نیکی بھی ہے، اکثر وبیشتر کتاب وسنت میں اسے خوف خدا کے حوالے سے پیش کیا ہے مثلاً مہمان کی عزت وتکریم کے لئے فرمایا۔

من کا ن یو من با لله و الیو م الاخر فلیکر م ضیفه...... (متفق علیہ)

ترجمہ: جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے

ہاں ہاں یہی 'خوف خدا' ہے جو ہر عمر رسیدہ مومن کی تکریم کا پیغام دیتا ہے

ان من اجلا ل الله اکرام ذی الشیبة المسلم (ابوداؤد، بیہقی)

ترجمہ: بیشک اللہ کی توقیر کا حصہ ہے کہ بوڑھے مسلمان کی عزت کی جائے۔

اسی خوف خدا سے یتیموں، بیواؤں اور بیکسوں کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہی ہے جو ان کے حقوق لوٹنے سے روکتا ہے

السا عی علی الا رملة و المسکین کا لسا عی فی سبیل الله ...... (بخاری، مسلم)

ترجمہ: بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے

ہاں حضور پرنور ﷺ نے مسکین کی تعریف میں یہ بھی فرمایا

انما المسکین الذی یعفف (بخاری ومسلم)

ترجمہ: مسکین وہی ہے جو (غربت کے باوجود) سوال کرنے سے پرہیز کرے

یتیم کے بارے میں فرمایا

انا و کا فل الیتیم فی الجنۃ ھکذا و اشاربا لسبا بۃ و سطی و فرج بینھما (بخاری)

ترجمہ: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور اپنی درمیانی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں کے درمیان فاصلہ رکھا۔

بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے 'عدل' کی تاکید فرمائی تو تقویٰ کے حوالے سے، چنانچہ فرمایا

اعدلوا ھو اقرب للتقوی و اتقو اللہ ط (المائدہ۔۸)

ترجمہ: انصاف کرو، وہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو

یہی خوف خدا ہے جو حاکموں کو رعایا کا خادم بناتا ہے اور انہیں رات بھر عوام کا پہرہ دینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ہاں ہاں یہی خوف ہے جو انہیں ظلم و ستم سے روکتا ہے اور عجز و انکسار سے معمور کر دیتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں

انا شر الرعاء الحطمۃ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: بیشک سب سے برا حاکم وہ ہے جو سخت اور بے رحم ہے

حضور ﷺ نے دعا فرمائی:

اللھم من ولی من امر امتی شیئاً فشق علیھم فا شقق علیہ و من ولی من امر امتی شیاءً فر فق بھم فارفق بہ (مسلم)

اے اللہ جو شخص میری امت کے امور کا والی بنے اور ان پر سختی کرے تو تو بھی اس پر سختی فرما اور جو میری امت کے امور کا والی بنے اور ان کے ساتھ نرمی برتے تو، تو بھی ان کے ساتھ نرمی فرما۔

یہی خوف خدا ہے جو پیروں کو پیر اور مولوی کو 'مولوی' بناتا ہے (اور اگر خدانخواستہ ایسا نہ ہو تو پیر 'بہروپیا' اور مولوی 'مالوی' ہو جائے گا)

چنانچہ قرآن پاک میں ہے

اولیاء اللہ کی تعریف میں فرمایا

الذین امنو و کا نو ایتقون ٥ (یونس۔٦٣)

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔

اور علماء کی شان یوں بتائی

انما یخشی اللہ من عبادہ العلمو (فاطر۔٢٨)

ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

یہی خوف خدا ہے جس کی فضیلت کی وضاحت زبان نبوت نے یوں فرمائی۔

انی لاعلم ایۃ لواخذ النا س بھا لکفتھم و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب.

(احمد، ابن ماجہ، دارمی)

ترجمہ: میں اس آیت کو بخوبی جانتا ہوں، جس پر لوگ عمل کریں تو ان کیلئے وہی کافی ہو اور وہ ہے و من یتق ...... لا یحتسب

(اور جو اللہ سے ڈرے کہ اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے گمان بھی نہ ہو)

یہی خوف خدا ہے جس سے مومن کو ایک خصوصی 'فراست' عطا ہوتی ہے اور گناہ معاف ہوتے

یا یھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیاتکم و یغفر لکم ط واللہ ذوالفضل العظیم o (الانفال:۲۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اگر اللہ سے ڈروگے تو تمہیں وہ دے گا جس سے حق کا باطل سے جدا کرو اور تمہاری برائیاں اتار دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

بلکہ سو باتوں کی ایک بات یہی خوف خدا ہے جس سے قرآن پاک کی سمجھ آتی ہے۔

ھدی للمتقین o (البقرۃ:۲)

ترجمہ: ہدایت ہے ڈروالوں کو

غازی اور توحید: غرض یہی خوف خدا ہے جو انسان کو دنیا کے ہر خوف سے بے نیاز کر کے اسے کامل انسان، یعنی اشرف المخلوقات، اللہ کا نائب، اس کی خدائی میں اس کا قانون نافذ کرنے والا بنا دیتا ہے، جو اس کی قوت و نظر میں اس کی وسعت پیدا کر دیتا ہے کہ عظیم مجاہد طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے فکر و نظر کا یوں نقشہ کھینچتا ہے

یہی خوف خدا جب عمل میں جلوہ گر ہوتا ہے تو کامیابی کا ضامن بن جاتا ہے

ومن یطع اللہ و رسولہ و یخش اللہ و یتقہ فاولئک ھم الفائزون o

ترجمہ: اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے — جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا — سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو — عجب چیز ہے لذت آشنائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن — نہ مال غنیمت، نہ کشور کشائی

اور خود یہ 'طارق بن زیاد' کو 'توحید' نے کیا بنا دیا تھا، اس سلسلے میں وہی واقعہ پیش نظر رکھئے

طارق چو بر کنارہ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بہ نگاہ خرد خطاست
دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم!
ترک سبب ز روئے شریعت کجا رواست
خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

(یعنی طارق بن زیاد رضی اللہ عنہ نے اندلس کے کنارے پر پہنچ کر اپنی کشتیاں جلا دیں تو فوج نے کہا عقل کی رو سے یہ سخت غلطی ہے کیونکہ وطن سے بہت دور ہیں، واپس کیسے جائیں گے نیز شریعت کی رو سے بھی سبب کا ترک کرنا جائز نہیں۔ طارق بن زیاد عقل کا یہ فتویٰ سن کر ہنسے اور تلوار پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، ہم وطن سے کب دور ہیں کیونکہ ہر ملک ہمارا ملک ہے کیونکہ وہ ہمارے خدا کا ملک ہے۔

صوفیہ کی توحید: حق یہ ہے کہ اہل بیت اطہار یا صحابہ کرام اور تابعین وتبع تابعین رضی اللہ عنہم کے بعد توحید کی سب سے زیادہ جلوہ گری ان صوفیہ پاک باطن کی سیرت وکردار میں نظر آتی ہے جن کے رگ وریشہ میں اللہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی محبت سمائی ہوئی تھی اور جو اپنے اپنے دور اور اپنے اپنے ماحول میں کتاب وسنت کی عملی تفسیر بن گئے تھے، جن کے تذکار آج بھی توحید آموز اور حیات افروز ہیں۔ حدیث پاک میں ایسے ہی پا کبازوں کے بارے میں فرمایا گیا اذا رُؤُا ذکر اللہ (جب انھیں دیکھا جاتا ہے تو اللہ یاد آ جاتا ہے)

یہی وہ اللہ والے ہیں جن کی انقلابی توحید نے لفظوں کے معانی ہی بدل کے رکھ دیئے اور ان میں ایسی وسعت پیدا فرمادی کہ عقل دنگ ہے۔ صرف ایک مثال لیجئے۔ حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں۔

حضرت شیخ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے چار علوم اختیار کر لئے تو باقی تمام علوم سے مجھے چھٹکارا ملا۔ جب آپ سے پوچھا گیا، وہ چار علم کیا ہیں تو فرمایا

۱۔ ایک یہ کہ رزق مقسوم ہے یعنی جو کچھ قسمت میں لکھا ہے ضرور مل کر رہے گا اور کوشش سے زیادہ یا کم نہیں ہوگا، اس سے مجھے سکون نصیب ہوا

۲۔ دوسرا علم یہ ہے کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ خدا تعالیٰ کا مجھ پر حق ہے جو میرے سوا کوئی اور کوئی شخص ادا نہیں کر سکتا، اس لئے میں حق تعالیٰ کی رضا جوئی میں مشغول ہو گیا۔

۳۔ تیسرا علم یہ ہے کہ موت میری تلاش میں ہے جس سے بھاگا نہیں جاسکتا۔

۴۔ چوتھا علم یہ ہے کہ خدا میرے حال کا دانا و بینا ہے، اس لئے ہر کام میں اس سے شرم کی اور نامناسب کاموں سے اجتناب کیا کیونکہ جب بندے کو معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے تو اسے برے کاموں سے شرم آنی چاہئے۔

ہاں ہاں یہ **توحید** ہے جو انسان کو اللہ کا ایسا بندہ بنا دیتی ہے جو مہر و ماہ کا شکار کرتا ہے، دشت وجبل جس کو سلامی دیتے ہیں، کوہ و کمر جس کا حکم مانتے ہیں، جن وملک جس کے نوکر چاکر بن جاتے ہیں، اسی توحید سے نار نمرود گلزار بنتی ہے، اسی سے لوہا موم ہوتا ہے اور یہی مردوں کو زندہ کرنے کا فارمولا ہے۔ اسی توحید کے زور سے مسلمانوں نے مشرق ومغرب سے اوہام کے اندھیرے چھانٹے بقول اقبال

زندہ قوت یہی توحید تھی دنیا میں کبھی　　　اب کیا ہے فقط اک مسئلہ علم کلام

مگر یاد رہے یہ قوت توحید عشق رسول ﷺ کے ساتھ لازم وملزوم ہے، اگر کوئی شخص عشق رسول ﷺ ہی سے محروم ہے تو لاکھ دعووں کے باوجود وہ 'توحید' کے نور سے خالی ہے بلکہ (ایک اعتبار سے شرک میں گرفتار ہے، کیونکہ اللہ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے عشق کو فرض کر رہا ہے اور یہ بدبخت شیطانی اکڑفوں سے خود بھی اس کا مخالف ہے اور دوسروں کو بھی اس سے محروم کرنا چاہتا ہے)

اے اللہ اپنے حبیب کریم سیدنا رحمۃ للعلمین ﷺ کے طفیل حاکموں، پیروں، مولویوں سمیت ساری قوم کو توحید اور عشق رسول سے مالا مال کر دے، ہم سب کے دل سے شیطان کے لخت جگر بش کا، یورپین، یونین کا اور دوسرے فرعونوں کا خوف نکال دے اور میرے اقبال کی یہ آرزو پوری کر دے۔

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو　　　ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح وشام تو

بجاہ النبی الکریم العظیم الامین سیدنا رحمۃ للعلمین ﷺ والہ واصحابہ واولیاء امتہ خصوصاً سیدنا غوث الوری (المغدادی) وسیدنا المجدد السرهندی وشاہ لا ثانی ونقش لا ثانی و نقشہ نقش لاثانی)(رضی اللہ عنہم و رحمۃ اللہ علیہم)

☆......☆......☆

مسائل دینیہ

﴿حافظ محمد نصر اللہ مدنی آسوی﴾

سوال: رجب کے کونڈوں کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگ بڑے اہتمام کے ساتھ ان کا اہتمام کرتے ہیں

جواب: فی نفسہ فاتحہ ایصال ثواب کسی بھی بزرگ شخصیت کے لئے یا عام مسلمانوں کے لئے (خواہ مرد ہو یا عورت زندہ ہوں یا وفات پا چکے ہوں) ہر وقت اور ہر جگہ جائز ہے عام طور پر کونڈوں کی فاتحہ امام جعفر صادق کے نام پر دی جاتی ہے اور یہ ۲۲ رجب کو دی جاتی ہے اگرچہ ۲۲ رجب نہ تو امام جعفر صادق کی تاریخ ولادت ہے اور نہ ہی تاریخ وفات، لیکن تاریخ وفات کے علاوہ بھی ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے امام جعفر صادق کی تاریخ وصال کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ ماہ شوال میں ہے اور ایک قول کی رو سے ۱۵ رجب ہے۔ (جلاء العیون از ملا باقر مجلسی) شیعہ اگر ائمہ کرام کے ختم دلانے میں مخلص ہوتے تو امام موسیٰ کاظم کا ختم دلاتے جن کا وصال ۲۵ رجب ۱۸۳ھ میں ہوا لیکن کبھی آپ نے سنا ہے کہ انہوں نے کبھی ان کا نام لیا ہو۔؟ سب فراڈ اور جھوٹ ہے۔ بلکہ ان بے چاروں کو یہ بھی پتہ نہیں کہ امام جعفر کو صادق کیوں کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ امام جعفر کے دادا اور نانا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام باقر کی شادی ہوئی ام فروہ سے اور ام فروہ کے والد کا نام قاسم ہے اور قاسم بیٹے ہیں محمد کے اور محمد بیٹے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے۔ اسی ام فروہ کی والدہ کا نام ہے ام اسماء اور ام اسماء کے والد کا نام ہے عبدالرحمٰن اور عبدالرحمٰن کے والد کا نام ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

سوال یہ ہے کہ جب ۲۲ رجب نہ تو امام جعفر صادق کی تاریخ ولادت ہے اور نہ ہی تاریخ وفات تو پھر شیعہ حضرات ۲۲ رجب کو امام جعفر صادق کے کونڈے کس کے لئے کرتے ہیں؟ دراصل یہ دھوکہ ہے ۲۲ رجب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہے شیعہ ان کی وفات کی خوشی مناتے ہیں اور ان پر تبرا کرتے ہیں لہذا کسی غیرت مند سنی کو نہ تو ان کی مجلس میں جانا چاہئے اور نہ ہی ان کے کونڈے کھانا چاہئے ہاں ۲۲ رجب کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یاد میں جلسہ منعقد کر کے ان کے فضائل و مناقب بیان کرنے چاہئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بلکہ دیگر بزرگان دین کے ایصال ثواب کی نیت بھی کر لی جائے تو بہت بہتر ہے۔ کہیں، کہیں کونڈوں کی نیاز کے موقع پر (لکڑ ہارے کی کہانی داستان عجیب) پڑھی سنی جاتی ہے اس کہانی کو کسی بھی سنی عالم نے مستند نہیں کہا یہ بالکل من گھڑت ہے۔ اسی طرح ,,شہزادے کا سر،، ,,دس بیبیوں کی کہانی اور جناب سیدہ کی کہانی وغیرہ یہ سب من گھڑت قصے ہیں ان کو سننے سے پرہیز کریں اس کی بجائے قرآن کی تلاوت درود شریف فضائل امیر معاویہ اور امام جعفر صادق بیان کئے جائیں۔

س اس ماہ میں اور کس بزرگان دین کا وصال ہوا؟

ج حضرت عباس رضی اللہ عنہ ۷ رجب المرجب ۳۲ھ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ۱۰ رجب المرجب ۳۳ھ، امام موسیٰ کاظم کا وصال ۲۵ رجب ۱۸۳ھ، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ۲ رجب المرجب ۱۵۰ھ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ۶ رجب المرجب ۶۳۳ھ

مرزائی کون ہیں...... نیز ان سے لین دین اور خرید وفروخت: مسلمانوں کا مرزائیوں کے ساتھ میل جول یا تعلق رکھنا کیسا ہے؟ کیا دوکاندار حضرات مرزائیوں کے ہاتھ سودا سلف فروخت کر سکتے ہیں؟ یا ان کے گوداموں سے خرید سکتے ہیں؟

مرزائی یا قادیانی مرزا قادیانی کے پیروکاروں کو کہا جاتا ہے۔خود مرزا اور اس کے پیروکار بوجوہ کثیرہ بحکم شرع کافر و مرتد و دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔مرزا قادیانی وہ بدبخت ہے جس نے سب سے پہلے محدّث ہونے کا دعوی کیا پھر مجدد، امام مہدی اور پھر نبی ہونے کا دعوی کیا۔مرزائی مرزا قادیانی کو اپنا نبی مانتے ہیں اور عقیدہ ختم نبوت جو کہ تمام مسلمانوں کا مشترکہ عقیدہ ہے اس کا انکار کرتے ہیں اس کے علاوہ بے شمار ضروریات دین اور قطعیات اسلام کے منکر ہیں ان کے کفریہ عقائد میں سے بطور نمونہ چند ایک ملاحظہ ہوں:

مرزا قادیانی توحید کا منکر تھا

مرزا قادیانی نہ صرف ختم نبوت کا منکر بلکہ وہ اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید کا بھی قائل نہیں تھا سورہ اخلاص کا مفہوم بھی نہیں سمجھتا تھا رب کا گستاخ شیطان کا شاگرد رشید تھا۔تم مرزائیوں سے پوچھو کیا توحید کا منکر مسلمان ہوسکتا ہے؟ اگر وہ کہیں کہ نہیں تو پھر ان کو مرزا قادیانی کی یہ عبارت دکھاؤ۔(دافع البلاء ص:٦) میں ملعون مرزا قادیانی لکھتا ہے ,,مجھ کو اللہ تعالی فرماتا ہے (انت منی بمنزلة اولادی انت منی وانا منك ،،) اے غلام احمد تو میری اولاد کی جگہ ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی عیسائی تھا کیونکہ عیسائی حضرت عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کو ابن اللہ کہتے ہیں۔مرزا قادیانی نے خدا تعالی کو گالیاں دی ہیں (نعوذ باللہ)

جو رسول کی گستاخی کرے وہ مرتد ہو گیا لیکن جو اللہ تعالی کی گستاخی کرے اور اُس کو گالیاں دے اُس کی سزا کیا ہوگی اُس کے مرتد اور کلاب النار (جہنم کا کتا) ہونے میں کوئی شک نہیں۔مرزا قادیانی کبھی خدائی کا دعوی کرتا ہے کبھی خدا کی بیوی اور کبھی خدا کا بیٹا بنتا ہے (نعوذ باللہ)

اور اللہ تعالی کے لئے اولاد بتانا اُسے گالی دینے کے مترادف ہے۔

مرزا قادیانی جہنم مکانی کا دعویٰ خدائی: مرزا قادیانی نے صرف نبوت کا دعوی ہی نہیں بلکہ فرعون اور نمرود کی طرح خدائی دعوی بھی کیا ہے وہ اپنے وقت کا فرعون اور نمرود تھا۔لکھتا ہے (رأیتنی فی المنام عین الله وتَیَقَّنْتُ اننی ھو) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں تو میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں ۔(آئینہ کمالات اسلام ص:٥٦٤ کتاب البریہ ص:٧٩)

مرزا قادیانی لکھتا ہے: آپ نہیں جانتے کہ ہمارے نزدیک وہ نادان ہر ایک زناکار سے بدتر ہے جو انسان کے پیٹ میں سے نکل کر خدا ہونے کا دعوی کرے۔(نورالقرآن جلد ٢ ص ١٢٠ مصنفہ مرزا قادیانی)

حقیقت یہ ہے کہ مرزا مخبوط الحواس تھا اس لئے کبھی وہ نبوت کا دعوی کرتا ہے کبھی خدائی کا کبھی وہ اپنے کو خدا کی بیگم قرار دیتا ہے اور کبھی خدا کا بیٹا کبھی انسان کی جائے نفرت بنتا ہے اور کبھی عورت اس کے پاگل پن کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔نقل کفر کفر نہ باشد

مرزا قادیانی جہنم مکانی کا ابن اللہ ہونے کا دعویٰ (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی لکھتا ہے: کہ اللہ تعالی نے مجھے فرمایا (انت من ماء نا) کہ تو میرے نطفہ سے ہے۔(تذکرۃ الشہادتین ص:١٣ انجام آتھم ص:٥٥)

مرزا لکھتا ہے: کہ اللہ تعالی نے مجھے فرمایا (انت منی بمنزلة ولدی) کہ تو مجھے بمنزلہ میرے فرزند کے ہیں۔حقیقۃ الوحی

مرزا قادیانی لکھتا ہے: کہ اللہ تعالی نے مجھے فرمایا (اسمع ولدی) میرے بیٹے سن۔البشریٰ ج ١ ص:٤٩

مرزا قادیانی جہنم مکانی کا اللہ کی بیوی ہونے کا دعویٰ (نعوذ باللہ)

مرزا قادیانی کا مرید صادق قاضی یار محمد اپنے مرزا کی ایک روایت لکھتا ہے: کہ حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی

کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالی نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا۔

(اسلامی قربانی ص:۳۴ مصنفہ قاضی یار محمد)

مرزائیوں سے پوچھو کہ مرزا مرد تھا یا عورت؟ وہ کیسے نبی ہو سکتا ہے جس کو اپنے مرد یا عورت ہونے کا ہی علم نہ ہو اور جس بے وقوف کو (لم یلد ولم یولد) کا ترجمہ بھی نہ آتا ہو (نہ اُس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ باپ) (سورہ اخلاص) اُس سے زیادہ بے وقوف وہ ہیں جنہوں نے اسے خدا کا بیٹا مان لیا اور یہ بالکل یہود و نصاری کا نظریہ ہے جن کے متعلق قرآن میں آتا ہے

﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائیوں نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں وہ اپنے مونہوں سے بکتے ہیں اگلے کافروں کی سی بات بناتے ہیں اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں﴾ سورہ التوبہ آیت:۳۰

﴿أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾

اُس کے بچہ کہاں سے ہو حالانکہ اُس کی عورت نہیں اور اُس نے ہر چیز پیدا کی ہے﴾ سورہ الانعام آیت:۱۰۱

﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا﴾ اور کافر بولے رحمٰن نے اولاد اختیار کی ☆ بے شک تم حد کی بھاری بات لائے ☆ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھ کر ☆ اس پر کہ انہوں نے رحمٰن کے لئے اولاد بتائی﴾ سورہ مریم آیت:۸۸-۹۱)) ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ اولاد اور بیوی سے پاک ہے اور اللہ کے لئے اولاد ثابت کرنے والا کافر مرتد دائرہ اسلام سے خارج ہے

مرزا قادیانی انسان تھا یا جانور؟ نبی ہونا تو درکنار مرزا قادیانی انسان بھی نہیں تھا خود لکھتا ہے۔

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں　　　ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

(درثمین ص:۱۱۵ مصنفہ مرزا قادیانی)

حیرت ہے مرزائیوں کی عقل پر کہ انہوں نے اُس کو نبی مان لیا ہے جو آدمی کا پتر ہی نہیں بلکہ جانور حمار (گدھا) ہے اُن کا دجال تو خود اقرار کر رہا ہے کہ میں انسان کی اولاد نہیں بلکہ مٹی کا کیڑا اور انسانوں کی قابل نفرت جگہ ہوں۔ مرزائی خود سوچیں کہ انسان کی قابل نفرت جگہ کونسی ہے ۔قادیانی جھوٹا تھا لیکن یہ بات سچی کہہ گیا ہے "میں انسان کی اولاد نہیں،، یعنی گدھے کی اولاد ہوں۔

مرزا قادیانی نبی نہیں بلکہ لیٹرین تھا: اپنی مشہور کتاب "درثمین،، ص:۷ا میں لکھتا ہے ۔ بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بد زبان ہے جس دل میں یہ نجاست ہو بیت الخلاء یہی ہے قارئین کرام! مرزا قادیانی خود کہتا ہے کہ جو بد زبان ہے وہ شخص بیت الخلاء ہے اب مرزا قادیانی سے بڑھ کر بدزبان دنیا بھر میں کوئی لیڈر نہیں چند ایک ثبوت اُس کی کتابوں سے پیش کرتا ہوں تا کہ پتہ چل سکے کہ مرزا نبی نہیں بلکہ اپنے فتوی کے مطابق لیٹرین تھا اسی لئے وہ لیٹرین میں مرا۔

بدزبانی کی دو مثالیں اور ملاحظہ ہوں ....مرزا قادیانی کو نہ ماننے والے کنجری کی اولاد ہیں

مرزا لکھتا ہے: ان میری کتب کو ہر مسلمان محبت بھری نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے نفع حاصل کرتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے مگر کنجریوں، رنڈیوں کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کر دی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔ (آئینہ کمالات اسلام ص:۵۴۸)

مرزا کے مخالف جنگلی خنزیر اور اُن کی عورتیں کتیاں ہیں: مرزا لکھتا ہے: میری مخالفت کرنے والے جنگلی سور ہیں اور ان کی

عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔ (نجم الہدیٰ ص ۱۵ مصنفہ مرزا قادیانی) غرضکہ اس طرح کی بدزبانی سے اُس کی کتابیں بھری پڑی ہیں ان عبارات سے پتہ چلا مرزا سب سے زیادہ بدزبان تھا اور مرزا کے فتوی کے مطابق بدزبان بیت الخلاء ہوتا ہے لہذا مرزا بیت الخلاء ہے۔ بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بدزبان ہے جس دل میں یہ نجاست ہو بیت الخلاء یہی ہے حیرت ہے ان مرزائیوں کی عقل ودانش پر جو انسان کی جائے نفرت کو چومتے اور اس پر ایمان لاتے ہیں تعجب ہے انہوں نے ٹٹی خانہ کو نبی مان لیا اگر ان میں تھوڑی سی بھی عقل ہوتی تو ٹٹی خانہ سے نفرت کرتے اور اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھتے ہوئے مسلمان ہو جاتے۔

حکام بالا اور اہالیان پاکستان اور عالم اسلام کی غیرت کو چیلنج: مرزا قادیانی نے یہ لکھتے ہوئے کل مسلمانوں کی غیرت کو چیلنج کیا ہے خواہ وہ حاکم ہوں یا محکوم افسر ہوں یا مزدور جو بھی مرزا قادیانی کو نبی، مجدد یا بزرگ تسلیم نہیں کرتا مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے مرزائیوں کے نزدیک وہ کنجری کی اولاد اور جنگلی خنزیر اور اُن کی عورتیں اور مائیں، دادیاں، نانیاں ہمشیرگان اور بیٹیاں سب کی سب کنجری کی اولاد ہونے کے علاوہ جنگلی کتیاں ہیں اب کون بے غیرت ہے جو مرزا اور مرزائیوں سے تعلقات ختم نہ کرے اور وہ کتنا بے غیرت بے حیاء اور ضمیر فروش ہے جو مرزائیوں کو مسلمان سمجھے یا اُن کے کفر میں شک کرے یا مرزائیوں سے شادی بیاہ کرے

گستاخ رسول اور مرتد کی شرعی سزا: امامِ اہل سنت، مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی غیرتِ اسلامی کا ایک شاہکار فتویٰ:...

ماہنامہ نعت کے ایڈیٹر راجہ رشید محمود صاحب لکھتے ہیں: برصغیر پاک وہند میں انگریزی اقتدار کے زیر سایہ باقاعدہ سازش کے تحت سرکار مدینہ ﷺ کی ذات والا صفات پر حرف گیری کا ایک سلسلہ شروع ہوا تو ۱۹۱۷ء میں جونپور (بھارت) میں ایک واقعہ پیش آیا۔ سکول کے طلبہ کو انگریزی کا ایک پرچہ حل کرنے کے لئے دیا گیا جس میں ایسی عبارت ترتیب دی گئی تھی، جس کا انگریزی سے عربی ترجمہ کرانا مقصود تھا، اور اس انگریزی عبارت میں توہین رسول کی گئی تھی۔ اس پر مسلمانِ جونپور غم وغصہ کی تصویر بن گئے۔ مولانا عبد الاول مرحوم (جونپوری) نے ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ کو امامِ اہل سنت، مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار وفتویٰ چاہا۔ اس بارے میں اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کا نقطہ نظر فتاوی رضویہ جلد ششم میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ شرعی دلائل اور غیرتِ اسلامی کا ایک شاہکار فتویٰ ہے اور پوری ملتِ اسلامیہ کا ترجمان بھی۔ لہذا افادیت کے پیشِ نظر بلا کم وکاست نقل کیا جاتا ہے:

امام اہل سنت نے فرمایا:

ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں سے جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب کیا وہ کافر مرتد ہے۔ جس جس نے اس پر نظر ثانی کر کے برقرار رکھا وہ کافر مرتد جس جس کی نگرانی میں تیار ہوا وہ کافر مرتد، طلبہ میں جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا، اپنے نبی کی توہین پر راضی ہوئے، یا اُسے ہلکا جانا، یا اسے اپنے نمبر گھٹنے، یا پاس نہ ہونے سے آسان سمجھا، وہ سب بھی کافر مرتد، نابالغ ہوں، خواہ نابالغ۔

ان چاروں فریق میں سے ہر شخص سے مسلمانوں کو سلام کلام حرام، میل جول حرام، نشست برخاست حرام، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں جانا حرام، اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام، اس کا جنازہ اٹھانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اسے ثواب پہنچانا حرام، بلکہ خود کفر وقاطع اسلام جب ان میں کوئی مرجائے اس کے اعزہ اقرباء مسلمین اگر حکم شرع نہیں تو اس کی لاش دفع عفونت کے لئے مردار کتے کی طرح بھنگی چماروں سے ٹھیلے میں اٹھوا کر کسی تنگ گڑھے میں ڈلوا کر، اوپر سے آگ پتھر جو چاہیں پھینک کر پاٹ بھردیں کہ اس کی بدبو سے ایذا نہ ہو۔ یہ احکام ان سب کے لئے عام ہیں۔

اور جوان میں نکاح کئے ہوئے ہیں ان سب کی بیبیاں انکے نکاحوں سے نکل گئیں، اب اگر قربت ہوگی تو حرام! حرام! حرام! اور زنائے

خالص ہوگی ،اوراس سے جو اولاد ہوگی ولد الزنا ہوگی ،عورتوں کو شرعاً اختیار ہے کہ عدت گزر جانے پر جس سے چاہیں نکاح کرلیں ،ان میں جسے ہدایت ہو اور توبہ کرلے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہوا پھر مسلمان ہوجائے ،اس وقت یہ احکام جو اس کی موت کے متعلق تھے، منتہی ہونگے اور وہ ممانعت جو اس سے میل جول کی تھی جب بھی باقی رہے گی ۔ یہاں تک کہ اُس کے حال سے صدقِ ندامت وخلوص توبہ وصحتِ اسلام، ظاہر وروشن ہوں ۔مگر عورتیں اس سے بھی نکاح میں واپس نہیں آسکتیں ۔انہیں اب اختیار ہوگا کہ چاہیں تو دوسرے سے نکاح کرلیں ،یا کسی سے نہ کریں ان پر کوئی جبر نہیں پہنچتا۔ہاں انکی مرضی ہو تو بعدِ اسلام ان سے بھی نکاح کرسکیں گی ۔(شفا شریف ص ۳۲۱)

میں ہے یعنی اجماع ہے کہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اُس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہو گیا ۔(نسیم الریاض ج ۴ ص:۳۸۱) میں امام ابن حجر مکی سے ہے ۔یعنی جو یہ ارشاد فرمایا کہ نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر، یہی مذہب ہمارے ائمہ وغیرہ کا ہے۔

یعنی جو شخص معاذ اللہ مرتد ہوجائے اس کی عورت اس پر حرام ہوجاتی ہے پھر اسلام لائے تو اس سے جدید نکاح کیا جائے اس سے پہلے کلمہء کفر کے بعد کی صحبت سے جو بچہ پیدا ہوگا، حرامی ہوگا۔اور یہ شخص عادت کے طور پر کلمہء شہادت پڑھتا رہے کچھ فائدہ نہ دے گا جب تک اپنے کفر سے توبہ نہ کرے کہ عادت کے طور پر مرتد کے کلمہ پڑھنے سے اس کا کفر نہیں جاتا جو رسول اللہ ﷺ یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے ۔دنیا میں بعد توبہ بھی اُسے سزا دی جائے گی ۔ یہاں تک کہ اگر نشہ کی بے ہوشی میں کلمہ گستاخی بکا، جب بھی معافی نہ دینگے اور تمام امت کا اجماع ہے کہ نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور کافر بھی ایسا کہ جو اُس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔(تحفظ ناموس رسالت ﷺ ص.۶۵-۶۷)

اس فتویٰ سے پتہ چلا کہ کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا مرتد ہے اُس کی توبہ بھی مقبول نہیں یعنی حاکم اُس کو سزا دے گا مرزا قادیانی نے انبیاء کرام کی گستاخیاں کی ہیں خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ننگی گالیاں دی ہیں جسے پڑھ کر عام مسلمان کا خون کھول اُٹھتا ہے اور ان کے معجزات کا انکار بھی کیا ہے اور ختم نبوت کا انکار کیا ہے ۔(تفصیل دیکھیے بہار شریعت ج ا ص:۵۱-۵۶) اسی لئے علمائے عرب وعجم نے اس کے کافر اور مرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے (تفصیل دیکھیے حسام الحرمین ص:۸۵)

صدر الشریعہ مولانا ابو العلا محمد امجد علی صاحب اعظمی لکھتے ہیں:

قادیانی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو ہیں اُس شخص نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں نہایت بیباکی کے ساتھ گستاخیاں کی خصوصاً حضرت عیسیٰ روح اللہ وکلمۃ اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ صدیقہ مریم کی شان جلیل میں تو وہ بیہودہ کلمات استعمال کئے جن کے ذکر سے مسلمانوں کے دل دہل جاتے ہیں مگر ضرورت زمانہ مجبور کررہی ہے کہ لوگوں کے سامنے اُن میں کے چند بطور نمونہ ذکر کئے جائیں ۔خود مدعی نبوت بننا کافر ہونے اور ابد الاباد جہنم میں رہنے کے لئے کافی تھا کہ قرآن مجید کا انکار اور حضور خاتم النبیین ﷺ کو خاتم النبیین نہ ماننا ہے مگر اُس نے اتنی ہی بات پر اکتفا نہ کیا بلکہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی تکذیب وتوہین کا وبال اپنے سر لیا اور یہ صدہا کفر کا مجموعہ ہے کہ ہر نبی کی تکذیب مستقلاً کفر ہے اگر چہ باقی انبیاء اور دیگر ضروریات کا قائل بنتا ہو بلکہ کسی ایک نبی کی تکذیب سب کی تکذیب ہے چنانچہ آیت ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ نِ الْمُرْسَلِينَ﴾ (نوح علیہ السلام کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا) حالانکہ انہوں نے تمام رسولوں کو نہیں صرف ایک رسول کو جھٹلایا تھا وغیرہ اس کی شاہد ہیں اور اس نے تو صدہا کی تکذیب کی اور اپنے کو نبی سے بہتر بنایا ایسے شخص اور اس کے متبعین کے کافر ہونے میں مسلمانوں کو ہرگز شک نہیں ہوسکتا بلکہ ایسے کی تکفیر میں اس کے اقوال پر مطلع ہو کر جو شک کرے خود کافر اب اس کے اقوال سنیے

(ازالہ اوہام) کے ص:۲۸-۲۶ میں لکھتا ہے قرآن شریف میں گندی گالیاں بھری ہیں اور قرآن عظیم سخت زبانی کے طریق کو استعمال کررہا

ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق (ضمیمہ انجام آتھم کے ص.۷) میں لکھا:,,آپ کا خاندان بھی نہایت پاک ومطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار تھیں اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا،، ہر شخص جانتا ہے کہ دادی باپ کی ماں کو کہتے ہیں تو اُس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے باپ کا ہونا بیان کیا جو قرآن کے خلاف ہے۔(بہار شریعت حصہ اول ص ۵۱-۵۶)

اس سے معلوم ہوتا ہے مرزا قادیانی یہودی تھا کہ یہودی ہی حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام پر اس طرح کی زبان درازیاں کرتے ہیں۔

سوال:- ۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو عبدالواحد خاں صاحب نے سوال پوچھا,,قادیانیوں سے کس طرح کس پیرایہ میں بحث کی جائے یعنی ان کی تردید کے بھاری ذرائع کیا ہیں،،؟امام احمد رضا نے اس کا جو جواب دیا وہ ملاحظہ ہو۔

الجواب:-

(۱) سب میں بھاری ذریعہ اس کے رد کا اول اول کلمات کفر پر گرفت ہے۔جو اس کی تصانیف میں برساتی حشرات کی طرح اُبلے پھر رہے ہیں انبیاء علیہم السلام کی توہین۔عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں ان کی ماں طیبہ طاہرہ پر طعن اور یہ کہنا کہ یہودیوں کے جو اعتراضات عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں پر ہیں،ان کا جواب نہیں اور یہ کہ نبوت عیسیٰ علیہ السلام پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ عدم نبوت پر دلیل قائم ہے،یہ ماننا کہ قرآن نے ان کو انبیاء میں گنا ہے اور پھر صاف کہہ دینا کہ وہ نبی نہیں ہوسکتے،معجزات عیسیٰ علیہ السلام سے صراحۃً انکار اور یہ کہنا کہ وہ مسمریزم سے یہ کچھ کیا کرتے تھے اور یہ کہ میں ان باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو آج عیسیٰ علیہ السلام سے کم نہ ہوتا،تو روشن معجزے جن کو قرآن مجید آیات بینات کہہ رہا ہے۔یا ان کو مسمریزم اور مکروہ ماننا ہے،اپنے آپ کو اگلے انبیاء سے افضل بتانا اور یہ کہنا کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے اور یہ کہنا کہ اگلے چار سو انبیاء کی پیشین گوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے اور یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی چار دادیاں،نانیاں معاذ اللہ زانیہ تھیں اور یہ کہ اسی خون سے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہے،اپنے آپ کو نبی کہنا اپنی طرف وحی آنے کا ادعا کرنا،اپنی بنائی ہوئی کتاب کو کلام الٰہی کہنا اور یہ کہ آیت کریمہ ﴿میں بشارت دیتا آیا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے﴾ اس سے میں ہی مراد ہوں۔اور یہ کہ مجھ پر اترا ہے ﴿انا انزلناہ بالقادیان و بالحق نزل﴾ کہ ہم نے اُسے قادیان میں اتارا اور حق کے ساتھ اُتارا

(۲) اور دوسرا بھاری ذریعہ اس خبیث کی پیشین گوئیوں کا جھوٹا پڑنا جن میں بہت چمکتے روشن حرفوں سے لکھنے کے قابل دو واقعے ہیں۔

ایک اس کے بیٹے کا جس کی نسبت کہا تھا کہ انبیاء کا چاند پیدا ہوگا اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے۔مگر شان الٰہی چوں دم برداشتم مادہ برآمد،بیٹی پیدا ہوئی اس کے اوپر کہا کہ وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اب کہ جو ہوگا وہ انبیاء کا چاند ہوگا بیٹی بیٹے ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں۔اب کی بار ہوا بیٹا مگر چند روز جی کر مرگیا بادشاہ کیا کسی محتاج نے بھی اس کے کپڑوں سے برکت نہ لی۔

دوسری بہت بڑی بھاری پیشین گوئی آسمانی جورو کی اپنی چچازاد بہن احمدی کو لکھ کر بھیجا کہ اپنی بیٹی محمدی میرے نکاح میں دے دے۔اس نے صاف انکار کردیا۔اس پر پہلے طمع دلائی پھر دھمکیاں دیں پھر کہا وحی آ گئی کہ (زَوَّجْنٰکَھَا) ہم نے تیرا نکاح اس سے کردیا۔اور یہ کہ اگر تو اس کا نکاح دوسری جگہ کرے گی تو اڑھائی یا تین برس کے اندر اس کا شوہر مر جائے گا۔مگر اس خدا کی بندی نے ایک نہیں سنی۔سلطان محمد خاں سے نکاح کردیا۔وہ آسمانی نکاح دھرا ہی رہا نہ وہ شوہر مرا کتنے بچے اس سے ہو چکے اور یہ چل دیئے۔غرض اس کے کفر و کذب بے شمار ہیں کہاں تک گنے جائیں اور اس کے ہوا خواہ ان باتوں کو ٹالتے ہیں اور بحث کریں گے تو کاہے میں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے انتقال فرمایا یا مع جسم اٹھائے گئے یا صرف روح،مہدی و عیسیٰ ایک ہیں یا متعدد یہ ان کی عیاری ہوتی ہے ان کفروں کے سامنے ان مباحث کا کیا ذکر فرض کیجئے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ نہیں۔فرض کیجئے کہ وہ مع جسم نہیں اٹھائے گئے۔فرض کیجئے کہ مہدی و عیسیٰ ایک ہیں پھر اس سے وہ تیرے کفر کیوں کر مٹیں۔کلام تو اس میں ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں نبی

ہوں۔ ہم کہتے ہیں تو کافر ہے اس کا فیصلہ ہونا چاہئے انبیاء کی توہین، انبیاء کی تکذیبیں، معجزات سے استہزا نبوت کا ادعاء اور پھر دوسرے درجہ میں انبیاء کے چاند والا بیٹا اور آسمانی جورو یہ تیری تکفیر تکذیب کو کافی ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص:۳۱)

ایک اہم فتویٰ: قادیانی مرتد منافق ہیں، مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے اور پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شے کا منکر ہے، اس کا ذبیحہ محض نجس، مردار اور حرام قطعی ہے، مسلمانوں کے بائیکاٹ کے سبب قادیانی کو مظلوم سمجھنے والا اور اس سے میل جول چھوڑنے کو ظلم ناحق سمجھنے والا اسلام سے خارج ہے اور جو کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔ (احکام شریعت ص ۱۱۲، ۲۲، ۱۷۷۔ امام احمد رضا)

مزید لکھتے ہیں: کہ اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت وحیات کے سب علاقے ان سے قطع کر دیں۔ بیمار پڑے پوچھنے کو جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۵۱)

مفتی محمد اشرف القادری محدث نیک آبادی لکھتے ہیں: ایسے عقائد رکھنے والے لوگ اللہ ورسول ﷺ کے دشمن ہیں تقاضاء ایمان ہے انہیں اپنا دشمن تصور کیا جائے خواہ وہ ماں باپ بھائی بہن دوست احباب یا عزیز اقارب ہی کیوں نہ ہوں ایسے لوگوں کے ساتھ کسی قسم کا تعلق، میل جول یا دوستی ناطہ رکھنا یا ان سے کسی قسم کا لین دین یا خرید وفروخت کرنا شرعاً سخت ناجائز وحرام اور دین ودنیا میں خسارے کا موجب اور دولت ایمان کے لئے زہر قاتل ہے ایسے لوگوں سے دور رہنا مسلمان پر لازم ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے: ترجمہ: تم نہ پاؤ گے ایسے لوگوں کو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ دوستی کریں ان لوگوں سے جنہوں اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اگر چہ وہ ان کے باپ ہوں یا بھائی یا بیٹے یا برادری کے لوگ۔ (سورۃ المجادلہ آیت:۲۲)

نیز حکم خداوندی ہے: ظالموں کی طرف جھکاؤ نہ رکھو ورنہ تمہیں جہنم کی آگ آ پکڑے گی۔ (سورہ ہود آیت:۱۱۳)

بحکم شرع قادیانیوں مرزائیوں سے علیک سلیک رکھنا، ان کے ساتھ لین دین کرنا، ان کی دوکانوں سے سودا سلف خریدنا یا ان کے ہاتھ فروخت کرنا، ان کی خوشی غمی میں شریک ہونا سخت ناجائز وممنوع اور اشد حرام ہے۔ اور ان کے ساتھ قلبی میلان رکھنا، ان سے اظہار محبت وہمدردی کرنا، یا ان کی نماز جنازہ پڑھنا نہ صرف حرام بلکہ صریح کفر ہے۔ اور اس کا مرتکب، مرتد دائرہ اسلام سے خارج اور انہی مرتدین کے گروہ میں کا ایک فرد ہے۔ خود رب تعالیٰ فرماتا ہے۔: تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انہی میں سے ہوگا، بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (سورۃ المائدہ آیت:۵۱) (ماہنامہ اہل سنت جولائی 2007ء)

اسی طرح ان کو دوکان یا مکان کرایہ پر دینا بھی ناجائز وحرام ہے۔

قادیانی کی یاد منانے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کا شرعی حکم: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک حادثہ میں چند لوگ جو کہ مرزائی تھے ہلاک ہو گئے، ان میں وہاں کے ملے جلے لوگوں نے جن میں مسلمان اور مرزائی بھی شامل تھے ہلاک ہونے والے مرزائیوں کی یاد میں کبڈی ٹورنامنٹ کروایا جس کی ابتداء میں ایک سنی عالم کو بلایا گیا انہوں نے تلاوت قرآن کی۔ اس کے بعد اجتماعی دعا مانگی جس میں بالخصوص ان کے بارے میں جن کی یاد میں ٹورنامنٹ کروایا جا رہا تھا ان کو مرحومین کہہ کر مغفرت کی دعا مانگی۔ وہاں کے دیگر علماء نے میٹنگ بلوائی جس میں دعا مانگنے والے مولوی صاحب کو بتایا گیا کہ یہ دعا شرعی طور پر جائز نہ تھی۔ کافی گفتگو کے بعد یہ طے پایا کہ جید مفتی اسلام سے فتویٰ منگوایا جائے جو شریعت کی روشنی میں دعا مانگنے والے کے بارے میں فتویٰ جاری فرمائیں۔ نیز ان مسلمانوں کے بارے میں جو دعا میں شامل تھے۔ دانستہ ونادانستہ طور پر آمین کہتے رہے۔ ان کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ السائل: حافظ محمد رفیق

منڈی بہاؤالدین۔

الجواب : مرنے والے کے لئے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب کا پہلا مرحلہ نماز جنازہ ہے۔قاعدہ یہ ہے کہ جس آدمی کا جنازہ پڑھنا جائز ہے اسے ایصال ثواب کرنا اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا بھی جائز ہے۔نماز جنازہ کی من جملہ شرائط میں سے ایک شرط میت کا مسلمان ہونا بھی ہے۔جیسا کہ شامی، عالمگیری وغیرہ کتب فقہی میں اس کی تصریح موجود ہے۔لہذا ہر مسلمان خواہ گنہگار سے گنہگار ہی کیوں نہ ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنا لازم اور ایصال ثواب کرنا جائز و مستحسن ہے۔اور ہر وہ شخص جس کا کفر وارتداد پر مرنا ثابت ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنا اور ایصال ثواب کرنا یا دعائے مغفرت کرنا حرام اور اشد حرام ہے اور اسے جائز سمجھنا کفر ہے قرآن مجید میں ہے ﴿اور ان میں سے کسی کی میت پر نماز جنازہ پڑھنا اور نہ کبھی ان کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بیشک وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہوئے اور فسق پر ہی مرے۔﴾ (سورہ توبہ:۸۴) یہ آیت قیامت تک آنے والے ان لوگوں کے بارے میں ہے جو بظاہر اسلام کے دعویدار ہوں مسلمان کے سے اعمال بجالاتے ہوں لیکن بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کی بے ادبی یا بعض ضروریات دین کا انکار کرنے کی وجہ سے درحقیقت وہ مومن نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمادیا ہے۔جب پہلے ہی مرحلے پر ایسے لوگوں کو دعائے مغفرت یعنی نماز جنازہ سے روک دیا تو قیامت تک ان کے لئے نہ دعائے مغفرت جائز ہے نہ ایصال ثواب۔ دوسری بات یہ ہے کہ نماز جنازہ یا دعائے مغفرت کا اہتمام ان لوگوں کے لئے کیا جاتا ہے جو قابل مغفرت ہوں اور قابل مغفرت صرف مومن ہیں خواہ گنہگار فاسق و فاجر ہی ہوں۔کافر و مرتد قابل مغفرت ہے ہی نہیں بلکہ ان لوگوں کے لئے خلود فی النار کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر کفر ہی پر مر جائے تو ان لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے یہ لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے﴾ (سورہ بقرہ آیت:۲۱۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ فرمایا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہی انہیں کافی ہے اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ رہنے والا عذاب ہے۔﴾ (سورۃ التوبہ:۶۸)

مرزائی غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں عقیدہ ختم نبوت کے ساتھ ساتھ کئی ایک ضروریات دین کے منکر ہیں ان کا کفر وارتداد کسی سے ڈھکا چھپا نہیں لہذا ان کی نماز جنازہ پڑھنا ایصال ثواب کرنا یا ان کے لئے دعائے مغفرت کرنی ان آیات کے انکار کے مترادف ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دائمی عذاب کا مژدہ سنایا ہے۔صورت مسئولہ میں جس خطیب نے جان بوجھ کر قادیانیوں کو ایصال ثواب کیا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی اور صورت حال سے آگاہ ہونے کے باوجود جن مسلمانوں نے خطیب کی دعا پر آمین کہی سب دائرہ اسلام سے نکل گئے۔سب پہ اعلانیہ توبہ و تجدید ایمان ضروری ہے۔اگر شادی شدہ تھے تو تجدید نکاح بھی لازم ہے تاہم جو لوگ نادانستہ طور پر شامل ہوئے اور نادانستگی میں دعا مانگی وہ اعلانیہ توبہ اور اظہار براءت کریں اور آئندہ اس قسم کے پروگراموں میں شریک نہ ہونے کا برملا وعدہ کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔مفتی محمد اشرف القادری، مفتی عبدالسلام (دارالافتاء، الجامعۃ اشرفیہ، گجرات) ماہنامہ اہل سنت اگست 2007ء

ضیاء اللہ مدنی کا رابطہ نمبر 03328028182--03416816390

کاتب وحی

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

استاذ العلماء علامہ خاور حسین نقشبندی ناظم تعلیم جامعہ نعمانیہ شہاب پورہ سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام ونسب: آپ کا نام معاویہ اور کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ باپ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ معاویہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف۔ اور ماں کی طرف سے نسب یوں ہے۔ معاویہ بن ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس بن عبدمناف۔ اور عبدمناف نبی کریم ﷺ کے چوتھے دادا ہیں۔ اس لئے کہ حضور ﷺ کا سلسلہ نسب یہ ہے ابن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والد کی طرف سے پانچویں پشت میں اور والدہ کی طرف سے بھی پانچویں پشت میں حضور ﷺ کے نسب میں آپ کے چوتھے دادا عبدمناف سے مل جاتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوا کہ آپ نسب کے لحاظ سے حضور ﷺ کے قریبی اہل قرابت میں سے ہیں اور رشتے میں حضور ﷺ کے حقیقی سالے ہیں اس لئے کہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا جو حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں وہ حضرت امیر معاویہ کی حقیقی بہن ہیں اسی لئے عارف باللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی شریف میں آپ کو تمام مومنوں کا ماموں تحریر فرمایا ہے۔

آپ بعثت نبوی سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ وہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے لیکن انہوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور فتح مکہ کے ساتھ ہی اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ ابونعیم نے کہا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حلیم الطبع، حساب دان اور کاتب تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو شام کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت عثمان نے ان کو اس منصب پر تاحیات قائم رکھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی، ان سے جنگ کی اور ملک شام کے مستقل فرماں روا ہو گئے پھر مصر کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا اور جب حضرت حسن نے ان سے صلح کر لی تو پھر وہ تمام دنیا اسلام کے واحد سربراہ اور خلیفہ اسلام ہو گئے۔ عبدالملک بن مروان نے کہا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیس سال شام کے گورنر رہے اور بیس سال خلیفہ رہے، محمد بن اسحاق نے اس پر اعتماد کیا ہے، لیکن یہ تغلیبا ہے کیونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد انیس سال سے کچھ کم عرصہ گذرا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ ۲۲ رجب ساٹھ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا۔ (الاصابہ ج ۳ ص ۴۳۴)

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۱۵ رجب ساٹھ ہجری میں ہوا اور ایک قول ۲۲ رجب کا ہے، اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عمر بیاسی سال تھی آپ نے وصیت کی تھی کہ ان کو اس قمیص میں کفن دیا جائے جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں پہنائی تھی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے ناخن کے تراشے تھے، آپ نے وصیت کی تھی کہ ان کے منہ اور آنکھوں پر وہ ناخن رکھ دیئے جائیں اس کے بعد مجھے ارحم الراحمین کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے۔ (اسدالغابہ ج ۴ ص ۳۸۷) دمشق میں وفات ہوئی ۷۸ سال عمر

پائی (مرقات)

ہم اہل سنت وجماعت اہل بیت اور صحابہ کرام دونوں سے محبت رکھنے والے ہیں اور کسی کی بے ادبی نہیں کرتے شیعہ صحابہ کرام کے دشمن ہیں اور خارجی اہل بیت کے دشمن دونوں باطل اور گمراہ ہیں۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور   نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

اہل بیت سے محبت رکھنے والا رسول اللہ کے ساتھ ہوگا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من احب الحسن والحسین فقد احبنی ومن ابغضهما فقد ابغضنی

جس نے حسن حسین سے پیار کیا اس نے مجھ سے پیار کیا اور جس نے ان سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی۔ (ابن ماجہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں کو پکڑ کر فرمایا: من احبنی واحب هذین واباهما وامهما کان معی فی درجتی یوم القیامة جس نے مجھ سے محبت رکھی اور ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت رکھی وہ قیامت کے میرے ساتھ میرے درجہ میں گا۔ (احمد حدیث ۵۷۷)

صحابہ کرام سے محبت رکھنے والا رسول اللہ کے ساتھ ہوگا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من احب اصحابی وازواجی واهل بیتی ولم یطعن فی احد منهم وخرج من الدنیا علی محبتهم کان معی فی درجتی یوم القیامة جس نے میرے صحابہ میری ازواج اور اہل بیت کرام سے محبت کی اوران میں سے کسی پر زبان طعن دراز نہ کی اوران کی محبت پر اس کا خاتمہ ہوا تو وہ قیامت کے میرے ساتھ میرے درجہ میں گا۔ (ریاض النضرۃ ۱۹۲/۱) معلوم ہوا کہ جنتی ہونے کے لئے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ صحابہ، اہل بیت کرام اور ازواج مطہرات کی محبت بھی ضروری ہے ان میں سے کسی ایک کا بے ادب جنتی نہیں ہوسکتا اب جو لوگ یزید کو حق پر اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی سمجھتے ہیں اور جنتی نوجوانوں کے سردار کی شان میں نازیبا الفاظ بولتے ہیں وہ اس حدیث سے عبرت حاصل کریں اہل بیت کی دشمنی رسول اللہ کی دشمنی ہے اور صحابہ کی دشمنی رسول اللہ کی دشمنی ہے اور رسول اللہ کی دشمنی اللہ کی دشمنی ہے

ان کے دشمن پہ لعنت اللہ کی   رحم پانے کے قابل نہیں ہے
یہ میت ہے کسی بے ادب کی   منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے
جن کا کوثر ہے جنت ہے اللہ کی   جن کے خادم پہ شفقت ہے اللہ کی
دوست پہ جن کے رحمت ہے اللہ کی   جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی

ان سب اہل محبت پہ لاکھوں سلام

صحابہ کرام کی محبت رسول اللہ کی محبت ہے

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهَ اللّٰهَ فِی اَصْحَابِی اَللّٰهَ اللّٰهَ فِی اَصْحَابِی لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِی اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِی وَمَنْ اٰذَانِی فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ ومن آذی اللّٰهَ فَیُوْشِكُ اَنْ یَاْخُذَهٗ، میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو میرے بعد انہیں (تنقید) کا نشانہ نہ بناؤ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی

اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اُس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی قریب ہے اللہ اسے (عذاب میں) گرفتار کرے۔ (ترمذی حدیث ۳۸۶۲ کتاب المناقب باب فی فضل من بایع تحت الشجرۃ، مشکوۃ حدیث:۶۰۱۴ کتاب المناقب باب مناقب الصحابہ)

اس حدیث میں فرمایا گیا کہ ,,اور جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی ،،

اور نبی کو ایذاء دینے والے بحکم قرآن دنیا و آخرت میں ملعون ہیں:

رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالاٰخِرَةِ وَاَعَدَّلَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے اُن کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(سورۃ الاحزاب آیت:۵۷)

صحابہ کا بے ادب و گستاخ ملعون ہے اور اس کا ہر عمل باطل ہے: حضرت عویم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ اخْتَارَنِي وَاخْتَارَ لِي أَصْحَابًا فَجَعَلَ لِي مِنْهُمْ وُزَرَاءَ وَأَنْصَارًا وَأَصْهَارًا لا تَسُبُّوْا أَصْحَابِي فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لايَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلا عَدْلًا ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا اور ان میں سے میرے لئے وزراء، انصار (مددگار) اور اصہار (خسر) بنائے میرے صحابہ کو گالی نہ دی جائے جس نے ان کو گالی دی اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اُس کا نہ فرض قبول ہے اور نہ نفل۔

(المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۷۳۲) کتاب الشفا عربی جلد ۲ ص (۳۰۸)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا صحابہ کے بے ادب اور گستاخ کے ساتھ قطع تعلق واجب ہے تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ صحابہ کی شان زیادہ ہے یا نبی کریم ﷺ کی جب گستاخ صحابہ کے پیچھے نماز جائز نہیں تو گستاخ رسول کے پیچھے بھی جائز نہیں۔

بدعقیدہ اور بے ادب سے شادی بیاہ ممنوع ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لا تَسُبُّوْا أَصْحَابِي فَإِنَّهُ يَجِيءُ قَوْمٌ فِي آخِرِ الزَّمَانِ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِي فَلا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ وَلا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ وَلا تُنَاكِحُوْهُمْ وَلا تُجَالِسُوْهُمْ وَإِنْ مَرِضُوْا فَلا تَعُوْدُوْهُمْ ۔ وفي رواية ابن ماجة: وَإِنْ لَقِيْتُمُوْهُمْ فَلا تُسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ ۔

میرے صحابہ کو گالی نہ دی جائے آخر زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو گالی دے گی تم ان کی نماز (جنازہ) نہ پڑھنا اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا (یعنی انکو امام نہ بنانا) ان سے شادی بیاہ نہ کرنا اور نہ اُن کے ساتھ نشست و برخاست رکھنا اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت بھی نہ کرنا۔

ابن ماجہ کی روایت میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے اور اگر ملیں تو سلام نہ کرو (کتاب الشفا عربی جلد ۲ ص (۳۰۸) (شرح شفا ملا علی قاری ص:۵۵۵) کتاب الکبائر امام ذہبی کبیرہ نمبر ۷۰ ص ۲۵۰، الصواعق المحرقہ ص ۲ مطبوعہ مکتبہ القاہرہ مصر (غنیۃ الطالبین ص ۲۸۸) (السنہ للخلال جلد ۲ ص:۴۸۳ حدیث ۷۶۹) ابن ماجہ حدیث:۸۹)

شیخ علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں (اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کا مطلب ہے تم ان کی امامت میں نماز نہ پڑھنا کیونکہ یہ بدمذہب ہیں

(ان صلوا اماما فانهم اهل بدعة)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث:

حضرت عبدالرحمٰن بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے سبب

سے ہدایت دے۔ (ترمذی 3842 مشکوۃ حدیث 6244)

اس حدیث میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تین دعائیں دی گئیں۔ آپ لوگوں کو ہدایت دیں، خود بھی ہدایت پر رہیں، آپ کامل ومکمل ہدایت پر رہیں ہدایت عامہ تو تمام صحابہ کرام کو حاصل ہے یہاں ہدایت سے مراد کوئی خاص ہدایت ہے۔ حکومت، ملک رانی، فقہ وغیرہ کی ہدایت۔ جس کے لئے نبی کریم ﷺ ہدایت کی دعا کردیں وہ گمراہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ۔ تیرے منہ سے جونکلی وہ بات ہو کے رہی حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ معاویہ کو لکھنا اور حساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔ (احمد، بزار، مجمع الزوائد ج۹ص۳۵۶)

امام ابن سعد نے معاویہ کے لئے رسول اللہ ﷺ یہ دعا روایت کی ہے: اے اللہ معاویہ کو کتاب کا علم عطا کر اور اس کو شہروں پر فتح یاب کر اور اس کو عذاب سے بچا۔ اور رسول اللہ سے یہ بھی روایت ہے،، معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا،، حضرت علی کو جب یہ روایت پہنچی تو فرمایا: اگر مجھے اس روایت کا پہلے علم ہوتا تو میں ان سے جنگ نہ کرتا۔ (شرح شفا علی ہامش نسیم الریاض ج۳ص ۱۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد ﷺ معاویہ سے خیر خواہی کرو کیونکہ وہ اللہ کی کتاب پر امین ہیں اور کیا ہی اچھے امین ہیں۔ (مجمع الزوائد ج۹ص۳۵۷)

حضرت علی کا فیصلہ: حضرت یزید بن اصم کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قَتلایَ وقتلا معاویةَ فی الجنة میرے اور معاویہ کے لشکروں کے شہید جنت میں ہیں۔ (طبرانی مجمع الزوائد ج۹ص۳۵۷) اب جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو قبول نہ کرے اس کا حضرت علی سے کیا تعلق ہوسکتا ہے؟

مجاہد، شعبی سے اور وہ حارث سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین سے لوٹنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو کیونکہ اگر تم نے معاویہ کو کھودیا تو اندرائن کی طرح لوگوں کے کندھوں سے ان کے سر کٹ کٹ کر گریں گے۔ (البدایہ والنہایہ ج۸ص۱۳۱)

ابو امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے سنا کہ حضرت ابو ہریرہ کے بیمار ہونے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کو وضو کرا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے سر اٹھا کر انہیں ایک یا دو بار دیکھا پھر فرمایا: اے معاویہ! اگر تم حاکم بنو تو اللہ تعالی سے ڈرنا اور عدل کرنا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے مجھے ہمیشہ یہ گمان رہا کہ میں اس عمل میں مبتلا کیا جاؤں گا یہاں تک کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔ (مسند احمد، مسند ابو یعلی)

علامہ ابن حجر مکی نے حافظ حارث کے حوالوں سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معاویة بن ابی سفیان اَحْلَمُ امتی و اَجْوَدُها معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ جواد (سخی) ہیں۔ (تطہیر الجنان ص۱۰-۱۴)

تمام صحابہ سے محبت رکھنے والا ناجی ہے: اور محب طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی حضرت زبیر حضرت سعد حضرت سعید حضرت عبدالرحمن اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم کے خصوصی فضائل بیان کرنے کے بعد فرمایا: میرے راز کا محافظ معاویہ بن ابی سفیان ہیں جس نے ان سے محبت کی اس نے نجات پائی اور جس نے ان سے بغض رکھا وہ ہلاک ہوگیا۔ (تطہیر الجنان ص۱۰-۱۴)

علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت ام حبیبہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ ان کی گود میں حضرت معاویہ کا سر تھا، فرمایا: کیا تم اس سے محبت کرتی ہو، انہوں نے کہا میں اپنے بھائی سے محبت کیوں نہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ (تطہیر الجنان ص۱۰-۱۴)

امام طبری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ حضرت ام حبیبہ کے گھر میں تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دیکھو کون ہے؟ حاضرین نے کہا معاویہ ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا ان کو اجازت دو، حضرت معاویہ آئے اس حال میں کہ ان کے کان پر قلم رکھا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاویہ تمہارے کان پر یہ قلم کیسا ہے؟ انہوں نے کہا یہ وہ قلم ہے جس کو میں نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے مخصوص کیا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تم کو اپنے نبی کی طرف سے جزائے خیر دے۔ بہ خدا میں نے اللہ تعالی کی وحی کے بغیر تم سے کچھ نہیں لکھوایا، اور میں کوئی چھوٹا بڑا کام اللہ کی وحی کے بغیر نہیں کرتا اور اس وقت کیا حال ہوگا جب اللہ تعالی تمہیں ایک قمیص (خلافت) پہنائے گا، حضرت ام حبیبہ اٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہا یا رسول اللہ! اللہ اس کو قمیص پہنائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں لیکن اس میں کچھ بری باتیں ہوں گی، حضرت ام حبیبہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کے لئے دعا کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ اس کو ہدایت دے اور اس کو برے کاموں سے دور رکھ اور اس کی پہلی اور پچھلی باتوں کی مغفرت فرما۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۱)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی صحیح حدیث نہیں امام اہل سنت فرماتے ہیں ایسی بات کہنے والا جاہل ہے۔ فرماتے ہیں: تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے۔ یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا یہ فضل عطا کیا تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے۔ ایسی جگہ صحتِ حدیث میں کلام کرکے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشی جیسے بعض جاہل بول اٹھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں یہ ان کی نادانی ہے۔ علماء محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں۔ یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں۔ (منیر العین ص ۵۱)

امام اہل سنت امام احمد رضا کا فتوی:

سوال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت زید کہتا ہے کہ وہ لالچی شخص تھے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آل رسول حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے لڑکر ان کی خلافت لے لی اور ہزار ہا صحابہ کو شہید کیا۔ بکر کہتا ہے کہ میں ان کو خطا پر جانتا ہوں کہ ان کو امیر نہ کہنا چاہئے، عمر کا قول ہے کہ وہ اجلہ صحابہ میں سے ہیں ان کی توہین کرنا گمراہی ہے۔ ایک اور شخص جو اپنے آپ کو سنی المذہب کہتا ہے اور کہتا ہے کہ سب صحابہ اور خصوصا حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان (نعوذ اللہ) لالچی تھے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی اور وہ اپنے اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ ان چاروں شخصوں کی نسبت کیا حکم ہے؟ ان کو سنت جماعت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور حضور کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟

الجواب اللہ عزوجل نے سورہ حدید آیت: ۱۰ میں صحابہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف با اسلام ہوئے اور راہ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا دوسرے وہ کہ فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا اللہ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمالیا ارشاد فرمایا ﴿وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ اور جن سے بھلائی کا وعدہ فرمالیا وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ جیسا کہ سورۃ الانبیاء آیت: ۱۰۱-۱۰۲ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ہر صحابی کی یہ شان اللہ نے بتائی ہے تو جو کسی صحابی پر طعنہ کرے اللہ کو جھٹلاتا ہے۔ اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں ارشاد الہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔ رب تعالی نے اسی آیت میں اس کا منہ بھی بند فرمادیا کہ دونوں فریق صحابہ سے بھلائی کا وعدہ کرکے ساتھ ہی فرمادیا: ,,اور اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کروگے،، بایں ہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اس کے بعد جو کوئی بکے اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں: ومن یکون یطعن فی معاویہ فذاك من كلاب الهاوية جو حضرت معاویہ کے بارے میں بکے ان پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

ان چار شخصوں میں عمرو کا قول سچا ہے، زید بکر جھوٹے ہیں اور چوتھا شخص سب سے بدتر خبیث رافضی تبرائی ہے۔ امام کا مقرر کرنا ہر مہم سے زیادہ مہم ہے۔ تمام انتظام دین ودنیا اسی سے متعلق ہے اور حضور اقدس ﷺ کا جنازہ انور اگر قیامت تک رکھا رہتا اصلاً کوئی خلل محتمل نہ تھا انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام طاہرہ بگڑتے نہیں۔ سیدنا سلیمان علیہم السلام بعد انتقال ایک سال کھڑے رہے سال بھر بعد دفن ہوئے۔ جنازہ مبارکہ حجرہ مبارکہ ام المؤمنین صدیقہ میں تھا جہاں اب مزار انور ہے۔ اس سے باہر لے جانا نہ تھا چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کو اس میں نماز اقدس سے مشرف ہونا تھا ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی۔ دوسری آتی۔ یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا۔ اگر تین برس میں ختم ہوتا تو جنازہ اقدس تین برس یوں ہی رہنا تھا کہ اس وجہ سے تاخیر دفن اقدس ضروری تھا۔ ابلیس کے نزدیک اگر یہ لالچ کے سبب تھا تو سب سے سخت تر الزام حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہے یہ تو لالچی نہ تھے۔ اور کفن دفن کا کام گھر والوں سے ہی متعلق ہوتا ہے۔ یہ کیوں تین دن ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہے۔ انہوں نے رسول کا یہ کام کیا ہوتا۔ تو معلوم ہوا کہ اعتراض ملعون ہے اور جنازہ کا جلد دفن نہ کرنا ہی مصلحت دینی تھا۔ یہ خبیث صحابہ کرام کو ایذا نہیں دیتے بلکہ اللہ، ورسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں حدیث میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَللّٰہَ اللّٰہَ فِی اَصْحَابِی اَللّٰہَ اللّٰہَ فِی اَصْحَابِی لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِی فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِی اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِی وَمَنْ اٰذَانِی فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ ومن آذَی اللّٰہَ فَیُوْشِكُ اَنْ یَاْخُذَہٗ، میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے متعلق اللہ سے ڈرو میرے بعد انہیں (تنقید) کا نشانہ نہ بناؤ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں ستایا اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اُس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی قریب ہے اللہ اسے (عذاب میں) گرفتار کرے۔ (ترمذی حدیث ۳۸۶۲ کتاب المناقب باب فی فضل من بایع تحت الشجرۃ۔ مشکوۃ حدیث ۶۰۱۴ کتاب المناقب باب مناقب الصحابہ)

اس حدیث میں فرمایا گیا کہ ,,اور جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی ،،

اور نبی کو ایذاء دینے والے بحکم قرآن دنیا وآخرت میں ملعون ہیں: رب تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ﴾

بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے اُن کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(سورۃ الاحزاب آیت ۵۷)(احکام شریعت ص ۱۲۰)

انتباہ: عوام میں جو مشہور ہے کہ ,,حضور ﷺ نے دیکھا کہ حضرت امیر معاویہ یزید کو کندھے پر لئے جارہے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا: جنتی جہنمی کو لئے جارہا ہے،، یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یزید حضور ﷺ کے وصال فرمانے کے تقریباً ۱۵ سال بعد ۲۵ھ میں پیدا ہوا۔ (سوانح کربلا)

حضرت ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ جو امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا حضرت امیر معاویہ تو آپ نے فرمایا: حضور ﷺ کے ساتھ جہاد کے موقع پر حضرت امیر معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ ایسے کئی عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔ (الناہیہ ص ۱۶) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ۶ ماہ امور خلافت انجام دینے کے بعد حضرت امام معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت سپرد کردی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی (رجال کشی ص ۱۱۲ تذکرہ قیس بن سعد) پھر ان کے سالانہ وظیفے اور نذرانے قبول فرمائے۔ قسم ہے وحدہ لاشریک کی اگر حضرت امام معاویہ رضی اللہ عنہ باطل پرست ہوتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سر کٹا دیتے مگر ان کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیتے۔ اور پھر رسول اکرم ﷺ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس فعل مبارک

کی ان الفاظ سے فرمائی تھی۔ میرا بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرادے گا۔ (بخاری) اگر کوئی بدبخت حضرت امام معاویہ رضی اللہ عنہ کو نا اہل قرار دے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر الزام آجائے گا کہ آپ نے نا اہل کو خلافت کیوں سپرد کی اور امت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں کیوں دی۔؟ جبکہ یہ سپردگی قلت وذلت کی وجہ سے نہیں تھی اس لئے کہ چالیس ہزار سپاہی جان قربان کرنے کی بیعت آپ کے ہاتھ پر کر چکا تھا۔

اس حدیث میں مسلمانوں کی دو جماعتیں کونسی تھیں ایک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی جماعت اور دوسری حضرت امام معاویہ رضی اللہ عنہ کی دونوں کو حضور ﷺ نے مسلمان فرمایا اب جو حضرت امام معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف زبان طعن دراز کرے اور ان کو مسلمان تسلیم نہ کرے اس کا نبی کریم ﷺ کے فرمان پر یقین نہ رہا۔ شیعہ ایک طرف تو ائمہ کو معصوم سمجھتے ہیں کہ ان سے کوئی غلطی نہیں ہو سکتی ان کا ہر کام درست ہوتا ہے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر حضرت امام معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہو گئی کیونکہ امام حسن کا یہ کام بھی درست تھا۔ اور اگر ان کی خلافت صحیح نہیں ہے تو پھر شیعوں کا ائمہ کو معصوم ماننے کا عقیدہ بھی غلط ہو گیا۔

سخاوت امیر معاویہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں سخاوت کا وصف بہت ممتاز تھا۔ ملا علی قاری مشکوۃ کی شرح میں حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امام معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے آپ سے کہا: میں آپ کی خدمت میں اتنی نذر پیش کروں گا کہ اس سے پہلے کسی کو اتنی نذر نہیں دی ہے اور نہ آئندہ کسی دوسرے کو دوں گا۔ پھر انہوں نے چار لاکھ درہم حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کئے جنہیں آپ نے قبول فرمایا۔ (الناہیہ ص ۲۷)

حضرت امام حسن کو امیر معاویہ کی طرف سے ڈیڑھ لاکھ کا انعام: حضرت امیر معاویہ کی طرف سے حضرت امام حسن کو رضی اللہ عنہ کا وظیفہ ایک لاکھ سالانہ مقرر تھا۔ ایک سال وظیفہ پہنچنے میں تاخیر ہو گئی اور اس وجہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو سخت تنگی در پیش ہوئی۔ آپ نے چاہا کہ امیر معاویہ کو اس کی شکایت لکھیں۔ لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ اور دوات منگوائی۔ مگر کچھ سوچ کر توقف فرمایا۔ خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹا کیا حال ہے؟ عرض کیا۔ الحمد للہ بخیر ہوں اور وظیفہ کی تاخیر کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم نے دوات منگوائی تھی تا کہ تم اپنی تکلیف کی شکایت لکھ کر بھیجو۔ عرض کیا یا رسول اللہ مجبور تھا کیا کرتا فرمایا یہ دعا پڑھو۔ اللهم اقذِف في قلبي رجاءَ كَ وَاقْطَعْ رجائي عَمَّنْ سِوَاكَ حَتَّى لا اَرْجُو اَحَدًا غَيْرَكَ اللهم وما ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِي وَقَصُرَ عنه عَمَلِي ولَمْ تَنْتَهِ اِلَيْهِ رَغْبَتِي ولَمْ تَبْلُغْهُ مَسْئَلَتِي ولَمْ يَجْرِ عَلَى لِسَانِي مِمَّا اَعْطَيْتَ اَحَدًا مِنَ الاَوَّلِينَ والاٰخِرِينَ مِنَ الْيَقِيْنِ فَخُصَّنِي بِهِ يا رب العالمين حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے میرے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار بھیج دیئے میں نے اللہ کی حمد وثناء کی اور اس کا شکر ادا کیا۔ پھر خواب میں دولت دیدار سے بہرہ مند ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بیٹا کیا حال ہے؟ میں نے خدا کا شکر ادا کر کے واقعہ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے بیٹے! جو اپنے خالق سے لو لگائے اس کے کام یونہی بنتے ہیں۔ (تاریخ الخلفاء)

سبق: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا ادب واحترام تھا اور آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ایک معقول وظیفہ مقرر کر رکھا تھا اور ایک سال تاخیر ہو جانے پر اس کی تلافی مزید نصف لاکھ سے کر دی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت کو جائز سمجھتے تھے۔ ورنہ آپ ان کی طرف سے مقرر کردہ وظیفہ کبھی قبول نہ فرماتے۔ اور اس سے نبی کریم ﷺ کا علم غیب بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو بعد از وصال بھی لوگوں کے دلی ارادوں کی خبر ہوتی ہے اور آپ ان کی مشکل کشائی بھی فرماتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

از مناظر اہل سنت حضرت علامہ توقیر الحسن قادری اشرفی خطیب چھاؤنی سلہریاں سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے اور لقب امام اعظم و امام المسلمین ہے۔ فارس کے بادشاہ نوشیرواں کی اولاد سے ہیں۔

آپ کے دادا مشرف با سلام ہو کر کوفہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ وہیں آپ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے باپ ثابت اپنے بچپن کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے گئے تو آپ نے ان کے لئے اوران کی اولاد میں خیر و برکت کی دعا کی۔

آپ کے زمانہ میں تقریباً تمیں صحابہ زندہ تھے جن میں سات صحابہ کرام سے آپ کی ملاقات ثابت ہے خصوصاً حضرت انس بن مالک، حضرت جابر بن عبداللہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت معقل بن یسار اور حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہم۔ اور حضرت انس حضرت جابر اور حضرت واثلہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے آپ نے حدیثیں روایت کی ہیں۔

حدیث شریف میں آپ کے متعلق بشارت دی گئی ہے جیسا کہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حضور سید عالم ﷺ نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں اس حدیث شریف میں بشارت دی ہے جسے ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

لَوْ کَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَیَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِس یعنی اگر علم ثریا پر پہنچ جائے تو فارس کے جواں مردوں میں سے ایک جواں مرد ضرور اس تک پہنچ جائے گا۔ (تبیض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ)

اور حضرت ابوہریرہ کی یہ وہ حدیث ہے جس کے اصل الفاظ بخاری اور مسلم میں ہیں

وَضَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ یَدَهُ عَلَی سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ :لَوْ کَانَ الإِیمَانُ عِندَ الثُّرَیَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ أَوْ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلاءِ

(بخاری 4518-4897 مسلم 4618- 2546 مشکوٰۃ 6212)

اور معجم طبرانی کے الفاظ جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہیں وہ یہ ہیں

لَوْ کَانَ الدِّیْنُ بِالثُّرَیَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِس (تبیض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ)

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ان احادیث کریمہ میں رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِس سے مراد حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب ہیں۔

آپ نے چار ہزار مشائخ تابعین و تبع تابعین سے حدیث و فقہ حاصل کی بعض حضرات کے نام یہ ہیں: حضرت امام جعفر صادق، نافع مولیٰ ابن عمر، موسیٰ بن ابی عائشہ، سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب، سعید بن مسروق، سلمہ بن کہیل، سلیمان بن مہران اعمش، طاؤس بن کیسان، عبداللہ بن دینار، عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج، عطاء بن ابی رباح، عطاء بن یسار، محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ، محمد بن عمرو بن الحسن بن علی المرتضیٰ، ولید بن سریع مولیٰ عمر بن الخطاب اور ہشام بن عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم۔

آپ نے تمام علوم میں کامل ہونے کے بعد گوشہ نشینی کا ارادہ فرمایا تو ایک رات آپ رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف

ہوئے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوحنیفہ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے میری سنت کو زندہ کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ تو آپ گوشہ نشینی کا ارادہ ہرگز نہ کریں۔ اس بشارت کے بعد آپ درس وتدریس اور مسائل شرعیہ کے اجتہاد واستنباط میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ آپ کا مذہب ساری دنیا میں پھیل گیا۔

آپ کے شاگرد بے شمار ہوئے جن میں ساٹھ شاگردوں کا ذکر بعض محدثین نے تفصیل سے کیا ہے۔ ان میں سے چند بزرگوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، حسن بن زیاد، ابو مطیع بلخی، عبداللہ بن مبارک، وکیع بن جراح، زکریا بن ابی زائدہ۔ حفص بن غیاث نخعی، رئیس الصوفیہ داود طائی، یوسف بن خالد، اسد بن عمرو اور نوح بن مریم وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

حضرت امام اعظم کو مسائل کے اجتہاد اور احکام کے استنباط کی مشغولیت کے سبب روایت حدیث کا بہت کم موقع ملا جیسے کہ حضرت ابو بکر صدیق و حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو امور خلافت کی مشغولیت کے سبب حدیث کی روایت کا اتفاق کم ہوا۔ مگر اس کے باوجود حضرت امام اعظم کی روایت کردہ حدیثوں کی پندرہ مسانید جمع کی گئی ہیں۔ اور آپ کے شاگرد اکابر محدثین کے شیوخ میں شمار کئے گئے ہیں۔ جیسے یحیٰ بن معین، وکیع بن جراح، مسعر بن کدام، عبداللہ بن مبارک، امام ابو یوسف، احمد بن حنبل اور بالواسطہ اصحاب ستہ یعنی امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ بھی امام اعظم کی شاگردی سے باہر نہیں ہو سکتے۔

زرقانی شارح موطا نے امام اعظم کی روایت کردہ حدیثوں کی تعداد میں کئی قول نقل کئے ہیں۔ اول یہ کہ آپ کی مرویات کی تعداد پانچ سو ہے۔ دوسرے یہ کہ سات سو ہے۔ تیسرے یہ کہ ایک ہزار سے کچھ زائد۔ چوتھے یہ کہ ایک ہزار سات سو ہیں۔

اور غیر مقلدین جو یہ کہتے ہیں کہ امام اعظم کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہیں اور ثبوت میں ابن خلدون کا حوالہ پیش کرتے ہیں تو وہ سراسر غلط ہے۔ اس لئے کہ ابن خلدون کا عقیدہ یہ نہیں ہے اور نہ اس کا یہ قول ہے بلکہ اس نے دوسرے کا قول حکایۃً نقل کیا ہے۔ اور اغلب یہ ہے کہ اس نے سبعمایۃ (700) لکھا تھا کاتب کی غلطی سے سبعۃ عشرہ ہو گیا۔ یا از راہ حسد قصداً ایسا کیا گیا۔ اس لئے بقول ملا علی قاری حضرت امام اعظم نے تراسی ہزار مسائل حل فرمائے ہیں جن میں سے اڑتیس ہزار مسائل عبادات کے متعلق ہیں اور باقی مسائل معاملات کے بارے میں۔

تو اگر آپ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہوتیں تو اتنے زیادہ مسائل آپ ہرگز نہیں حل کر سکتے تھے، نہ علامہ ذہبی شافعی تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا ذکر حفاظ حدیث میں کرتے، نہ اکابر علماء حدیث آپ کو اپنا شیخ بناتے، نہ آپ کے لئے امام کا لقب تسلیم کرتے، نہ محدث زمانہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی اور دیگر علمائے سلف آپ کے فضائل ومناقب میں بڑی بڑی کتابیں لکھتے۔

غرضیکہ غیر مقلدوں کا یہ پروپگنڈہ کہ حضرت امام ابوحنیفہ کو صرف سترہ حدیثیں پہنچی ہیں بالکل جھوٹ ہے۔ اسے وہی شخص صحیح مان سکتا ہے جسے آپ کے علم سے حسد ہو گا اور یا وہ آپ کے علم سے جاہل ہو گا۔ جو آپ کی مرویات دیکھنا چاہے وہ موطا امام محمد، کتاب الآثار، کتاب الحج، سیر کبیر اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج، کتاب الامالی محمد بن زیاد وغیرہا کا مطالعہ کرے۔ ان میں امام اعظم کی روایت کردہ کئی سو حدیثیں صحیح اور حسن ملیں گی۔

آپ کا وصال: آپ کا وصال 150ھ ۲ رجب المرجب یا شعبان میں ستر سال کی عمر میں ہوا جب کہ آپ بغداد کی جیل میں تھے خلیفہ منصور نے آپ کو خفیہ طور پر زہر دیا جب زہر کا اثر محسوس ہوا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہو گئے اور سجدہ کی حالت میں ہی روح پرواز کر گئی اور آپ کو شہادت کی موت نصیب ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ مزار اقدس بغداد شریف کے خیزراں قبرستان میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

امام شافعی نے فرمایا: میں ابوحنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ روزانہ ان کے مزار کی زیارت کو جاتا ہوں جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ان کے مزار کے پاس دو رکعت پڑھ کر دعا کرتا ہوں تو مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے فرمایا ہے۔ ترجمہ: یعنی

جان لے کہ علماء واصحاب حاجات امام صاحب کی قبر کی زیارت کرتے رہے اور قضاء حاجات کے لئے آپ کو وسیلہ پکڑتے رہے اور ان حاجتوں کا پورا ہونا دیکھتے رہے ان علماء میں امام شافعی بھی ہیں۔ (خیرات الحسان ص69، تبییض الصحیفہ، خیرات الحسان، حدائق الحنفیہ، مفید المفتی۔ بزرگوں کے عقیدے از مفتی جلال الدین احمد امجدی ص:359-363، نزہۃ القاری شرح بخاری مقدمہ)

تصانیف امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ

١-فقہ اکبر: اہل سنت کے عقائد پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔ جو بہت متداول اور متعارف ہے۔ اس کی متعدد شرحیں بھی لکھی جا چکی ہیں۔ مگر ان تمام شرحوں میں سب سے زیادہ مقبول شرح ملا علی قاری کی ہے۔

٢-العالم والمتعلم۔ ٣-کتاب السیر۔ 4 کتاب الاوسط۔ ٥-الفقہ الابسط۔ ٦-کتاب الرد علی القدریہ۔ ٧-رسالہ الا امام ابی عثمان التیمی فی الارجاء۔ ٨-کتاب الرائ۔ ٩ کتاب اختلاف الصحابہ۔ ١٠-کتاب الجامع۔ ١١-کتاب الوصیۃ ١٢-کتاب المقفو دو غیرہ ہیں

تانیب الخطیب میں علامہ کوثری نے امام اعظم کی مسانید کی تعداد اکیس بتائی ہے جن کی سندیں متصل ہیں۔ نزہۃ القاری شرح بخاری 184/1، بزرگوں کے عقیدے از مفتی جلال الدین احمد امجدی ص:359-363)

امام اعظم نے صحابہ سے احادیث سنی ہیں اور ان کو روایت بھی کیا ہے مثلاً علامہ موفق نے اپنے مناقب میں امام ابو یوسف کے واسطے سے حدیث نقل فرمائی کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الدال علی الخیر کفاعلہ واللہ یحب إعانة اللهفان نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مثل ہے اور اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی دستگیری کو پسند فرماتا ہے۔

عظیم محدث ہونے کے شواہد: حضرت امام اعظم کے عظیم محدث ہونے کی سب سے بڑی۔ سب سے روشن سب سے قوی دلیل فقہ حنفی ہے۔ فقہ حنفی کے کلیات وجزئیات کو اٹھا کر دیکھو۔ اور دوسری طرف حدیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھو۔ جن جن ابواب جن جن مسائل میں۔ صحیح غیر مؤول غیر منسوخ کتاب اللہ کے غیر معارض احادیث ہیں وہ سب فقہ حنفی کے مطابق ہیں۔ اس کی تصدیق کے لئے امام طحاوی کی شرح معانی آثار ٤ جلدوں میں علامہ عینی کی بخاری کی شرح عمدۃ القاری علامہ ابن ہمام کی فتح القدیر کا مطالعہ کرے۔ اور اگر کچھ خلجان رہ جائے تو اعلیٰ حضرت کے فتاوی رضویہ کا مطالعہ کرے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کی حرف بحرف تصدیق ہو جائے گی۔ اگر معاندین کی بات مان لی جائے کہ امام اعظم حدیث نہیں جانتے تھے تو ان کا مذہب حدیث کے مطابق کیسے ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم کے پاس بہت سے صندوق تھے جن میں احادیث کے صحائف تھے۔ جنہیں امام صاحب نے سنا تھا۔ آپ نے تین سو تابعین سے علم حاصل کیا آپ کے حدیث کے شیوخ کی تعداد چار ہزار تھی۔

امام بخاری و مسلم کے استاد یحیٰ بن معین نے فرمایا: امام حدیث ابوحنیفہ ثقہ تھے۔ (تہذیب التہذیب 50/10، نزہۃ القاری 179/1)

امام اوزاعی نے فرمایا: امام ابوحنیفہ عظیم شخص ہیں: امام اوزاعی ابتداءً حضرت امام اعظم سے بہت بدظن تھے حضرت عبداللہ بن مبارک جب بیروت امام اوزاعی کی خدمت میں علم حدیث کی تحصیل کے لئے حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے پوچھا کہ کوفہ میں ابوحنیفہ کون ہے؟ جو دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ عبداللہ بن مبارک نے کوئی جواب نہ دیا۔ واپس چلے آئے۔ دو تین دن کے بعد گئے تو ساتھ میں کچھ لکھے ہوئے اوراق لیتے گئے۔ امام اوزاعی نے ان کے ہاتھ سے وہ اوراق لے لئے۔ سرورق لکھا تھا: قال نعمان بن ثابت ان اوراق کو دیر تک بغور پڑھتے رہے۔ پھر ان سے پوچھا یہ نعمان کون ہیں؟۔ انہوں نے کہا عراق کے ایک صاحب ہیں۔ جن کی صحبت میں میں رہا ہوں۔ فرمایا: یہ عظیم شخص ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا یہ وہی ابوحنیفہ ہیں۔ جن کو آپ نے مبتدع کہا ہے۔ اب امام اوزاعی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ جب حج پر گئے تو مکہ

معظمہ میں امام اعظم سے ملاقات ہوئی۔ اور انہی مسائل کا ذکر آیا۔ امام اعظم نے ان مسائل کی ایسی عمدہ توضیح کی کہ امام اوزاعی ششدر رہ گئے۔ عبداللہ بن مبارک بھی موجود تھے امام اعظم کے جانے کے بعد ان سے کہا۔ ان کے فضل وکمال نے ان کو محسود بنادیا ہے۔ مجھے یقین ہوگیا۔ میری بدگمانی غلط تھی۔ اس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔

امام باقر سے ملاقات: حضرت امام کے اساتذہ میں حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ایک بار مدینہ طیبہ کی حاضری میں جب امام باقر سے ملاقات ہوئی۔ تو ان کے ایک ساتھی نے تعارف کرایا۔ کہ یہ ابوحنیفہ ہیں! امام باقر نے امام اعظم سے کہا۔ وہ تمہی ہو جو قیاس سے میرے جد کریم کی احادیث رد کرتے ہو۔ امام اعظم نے فرمایا: معاذ اللہ۔ حدیث کو کون رد کر سکتا ہے۔ حضور اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔ اجازت کے بعد امام اعظم نے عرض کیا۔ حضور مرد ضعیف ہے یا عورت؟ ارشاد فرمایا: عورت۔ عرض کیا وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟ فرمایا: مرد کا۔ عرض کیا میں قیاس سے حکم کرتا تو عورت کو مرد کا دونا حصہ دینے کا حکم کرتا۔

پھر عرض کیا نماز افضل ہے یا روزہ؟ ارشاد فرمایا: نماز۔ عرض کیا قیاس یہ چاہتا ہے کہ جب نماز روزہ سے افضل ہے تو حائضہ پر نماز کی قضاء بدرجہ اولیٰ ہونی چاہئے اگر احادیث کے خلاف قیاس سے حکم کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ نماز کی قضاء ضرور کرے! اس پر امام باقر اتنے خوش ہوئے کہ اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی۔ حضرت امام اعظم نے ایک مدت تک حضرت امام باقر کی خدمت میں رہ کر فقہ وحدیث کی تعلیم حاصل کی۔ اسی طرح ان کے خلف الرشید حضرت امام جعفر صادق سے بھی اکتساب فیض کیا۔ (نزہۃ القاری 177/1)

لطیفہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک شخص امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑی دشمنی رکھتا تھا حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ یہودی کہتا تھا حضرت امام صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے اسے بلایا اور اس سے فرمایا کہ میں نے تمہاری لڑکی کے لئے ایک مناسب رشتہ تلاش کیا ہے۔ لڑکے میں ہر قسم کی خوبی موجود ہے صرف اتنی سی بات ہے کہ ہے وہ لڑکا یہودی اس شخص نے جواب دیا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ اتنے بڑے امام ہو کر ایک مسلمان لڑکی کا نکاح ایک یہودی سے جائز سمجھتے ہو میں تو ہرگز اس نکاح کو جائز نہیں سمجھتا حضرت امام نے فرمایا: سبحان اللہ تمہارے جائز نہ سمجھنے سے کیا ہوتا ہے جب کہ خود حضور سرور عالم ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح ایک یہودی سے کر دیا تھا وہ شخص فوراً سمجھ گیا کہ حضرت امام کس بات کی ہدایت فرما رہے ہیں چنانچہ اسی وقت اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات پاک کے متعلق باطل خیال سے توبہ کی اور حضرت امام اعظم کی برکتوں سے مالامال ہوگیا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۵۰)

سبق ہمارے امام اعظم بہت بڑے امام اور ہادی تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی گستاخی دراصل حضور ﷺ کی شان میں گستاخی ہے۔

فراست امام: چند لڑکے گیند کھیل رہے تھے۔ اتفاق سے ایک بار ان کی گیند حضرت امام اعظم کے آگے مجمع میں آ کر گری۔ کسی لڑکے کی یہ ہمت نہ پڑی۔ کہ گیند وہاں سے اٹھا لائے۔ ان لڑکوں میں سے ایک نے کہا کہ اگر تم کہو تو گیند میں اٹھا لاؤں؟ پھر انتہائی گستاخی کے ساتھ گیا اور وہ گیند جا کر اٹھا لایا تو حضرت امام اعظم نے فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا حلالی نہیں ہے لوگوں نے دریافت کیا تو واقعی وہ لڑکا ویسا ہی نکلا جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا۔ لوگوں نے پوچھا۔ حضور آپ نے کیسے جان لیا کہ وہ حلالی نہیں ہے۔ فرمایا: اگر وہ حلالی ہوتا تو حیا اسے مانع ہوتی۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۴۸)

سبق: بزرگوں سے حیا اور ان کا ادب کرنا نیک بختی اور شرافت ونجابت کی علامت ہے۔

گم شدہ خزانہ: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک شخص اپنا کچھ مال زمین میں دفن کر کے بھول گیا۔ اور امام صاحب کی خدمت میں

حاضر ہوا اور واقعہ عرض کیا آپ نے فرمایا: جاؤ آج ساری رات نماز پڑھتے رہو۔ تمہیں یاد آجائے گا کہ مال کہاں دفن کیا تھا۔ چنانچہ وہ شخص گیا اور نماز پڑھنا شروع کی ابھی چند رکعات ہی پڑھی تھیں کہ اسے یاد آ گیا کہ مال کہاں دبایا تھا۔ بڑا خوش ہوا اور صبح امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ حضور! آپ نے یہ تدبیر کیسے ارشاد فرمائی؟ فرمایا مجھے معلوم تھا کہ شیطان تجھے ساری رات نماز نہ پڑھنے دے گا اور تجھے تیرا مال یاد دلا دے گا۔ تاکہ تو نماز چھوڑ دے۔ افسوس کہ تو نے شکریہ میں رات بھر نماز کیوں نہ پڑھی۔ (لطائف علمیہ کتاب الاذکیاء)

درس: انسان مشکل کے وقت خدا کو یاد کرتا ہے مگر مشکل ٹل جانے کے بعد پھر وہی بے ڈھنگی چال اختیار کر لیتا ہے اور یہ بات بڑی افسوس ناک ہے ایسا نہیں چاہئے۔ زلزلوں کے جھٹکوں سے تو اٹھ جاتے ہیں فوراً مگر اذان سن کر کبھی اٹھتے نہیں

آتی ہے مصیبت تو خدا یاد آتا ہے ورنہ ہم کبھی سر سجدے میں رکھتے نہیں

امام المسلمین: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جب روضہ رسول ﷺ پر حاضر ہوئے اور عرض کی السلام علیک یا سید المرسلین تو روضہ رسول ﷺ سے آواز آئی وعلیک السلام یا امام المسلمین۔ (تذکرۃ الاولیاء) سچی حکایات (۳۶۰/۲) از علامہ ابو النور محمد بشیر صاحب

جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو امام المسلمین فرما دیا ہے تو کس کو انکار کی مجال ہے۔

مقدس بوڑھا: حضرت شیخ ابو علی بن عثمان جلالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں تھا کہ ایک روز میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر سو گیا۔ میں نے خواب نے دیکھا کہ میں مکے شریف میں ہوں اور حضور ﷺ باب بنی شیبہ سے تشریف لا رہے ہیں اور آپ ایک بوڑھے شخص کو بڑی شفقت سے اپنی گود مبارک میں لیے ہوئے اور اپنے سہارے چلا رہے ہیں۔ میں نے دوڑ کر حضور ﷺ کے مبارک قدموں کو بوسہ دیا اور میرے دل میں یہ سوال اٹھ رہا تھا کہ یہ بوڑھے کون ہیں جنہیں حضور اتنی شفقت سے اپنی گود میں سنبھالے اور اپنے سہارے چلا رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے میرے اس سوال کو جان لیا اور فرمایا یہ مسلمانوں کا امام ابو حنیفہ ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء) سچی حکایات (۳۶۱/۲) از علامہ ابو النور محمد بشیر صاحب))

تمام مسلمانوں نے آپ کو امام تسلیم کیا علماء نے آپ کی شان میں کتابیں لکھیں بلکہ تمام آئمہ اربعہ نے ان کی شان کے قصیدے پڑھے ہیں۔ ربیع کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رضی اللہ عنہ (م ۲۰۴ھ) کو کہتے سنا(مَنْ اَرَادَ الْفِقْهَ فَلْيَلْزَمْ اَبَا حَنِيْفَةَ و اصحابه فان اَلنَّاسَ كُلُّهُمْ عِيَالٌ عَلَيْهِ فِي الْفِقْهِ) تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں میں نے ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا جو فقہ کی معرفت چاہتا ہے اس کے لیے ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے بغیر چارہ نہیں۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۶) تبیض الصحیفہ للسیوطی ص (۱۱۲)

امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ (م ۱۷۹ھ) نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا,, سبحان اللہ میں نے ان جیسا آدمی نہیں دیکھا،، نیز فرمایا ,, اگر وہ اس ستون کے بارے میں دعویٰ کریں کہ سونے کا ہے تو اسے دلیل سے ثابت کر دیں گے۔ (الخیرات الحسان)

امام احمد بن محمد بن حنبل رضی اللہ عنہ (م ۲۴۱) نے فرمایا: سبحان اللہ وہ علم، ورع زہد اور ایثار آخرت میں ایسے مقام پر فائز تھے جس پر کوئی نہیں پہنچ سکتا (مناقب ذہبی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ,,فیوض الحرمین،، میں لکھتے ہیں: کہ تین باتیں میرے عندیہ اور میلان طبع کے قطعاً خلاف تھیں مگر نبی پاک ﷺ نے میرے میلان طبع کے علی الرغم مجھے ان کی تاکید و وصیت فرمائی ان تین امور میں سے دوسری بات ان مذاہب اربعہ کی تقلید کی وصیت تھی کہ میں ان سے خروج نہ کروں۔ اور جہاں تک ممکن ہو تطبیق کی کوشش کروں۔ نبی پاک ﷺ نے مجھے پہچان کرائی کہ مذہب حنفی میں ایک بہت ہی عمدہ طریقہ ہے جو اس سنت سے قریب تر ہے جو امام بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں جمع اور منقح کی گئی ہے۔ (فیوض الحرمین)

امام بخاری کے استاد امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ وہ رسول

اللہ ﷺ کے روضہ پاک پر حاضر ہوئے ہیں اور قبر شریف کو انہوں نے کھودا ہے چنانچہ اس کی خبر انہوں نے اپنے استاد کو دی اور اس وقت امام صاحب بچے تھے اور طالب علم تھے ان کے استاد نے ان کے خواب کی تعبیر اس طرح دی۔ اے فرزند! اگر تیرا خواب سچا ہے تو تُو رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی تحقیق میں لگے گا اور ان کی شریعت میں جستجو کریگا چنانچہ جس طرح ان کے استاد نے تعبیر دی تھی اسی طرح واقعہ ہوا امام صاحب کی وہ کرامات ظاہر ہوئیں جن کی حد نہیں۔ (تعبیر الرؤیا ص ۱۱۳)

اگر کوئی امام صاحب کو امام نہیں مانتا تو نہ مانے لیکن ان کی شان میں بے ادبی نہ کرے اور امام کے حاسدین کا امام بن کر اللہ تعالی کے غضب کو دعوت نہ دے کیونکہ وہ تو اللہ کے ولی تھے اور مسلمانوں کے رہنما اور عامل بالحدیث تھے آپ نے خود فرمایا ہے (إذا صَحَّ حديثٌ فَهُوَ مَذْهَبِيْ) میں نے صحیح احادیث کو اپنا مذہب بنایا ہے۔ نیز فرمایا سب سے پہلے میں قرآن کریم کی طرف رجوع کرتا ہوں جو چیز قرآن میں نہ ملے اس کو سنت سے اور اُن آثار سے لیتا ہوں جو سند صحیح کے ساتھ منقول ہوں پھر خلفاء اربعہ کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اگر پھر بھی مطلوبہ حکم نہ ملے تو پھر بقیہ صحابہ کے فیصلوں کی طرف رجوع کرتا ہوں اور جب تابعین کی باری آتی ہے تو مجھے بھی اختیار ہے کہ میں بھی اجتہاد کروں جیسے انہوں نے اجتہاد کیا۔ (الشعرانی-المیزان ج اص ۶۱)

نیز فرمایا (مَا جَاءَ نَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِاَبِی وَاُمِّی - فَعَلَی الرَّاْسِ وَالْعَیْنِ وَ مَا جَاءَ عَنِ الصَّحَابَةِ اِخْتَرْنَا وَمَا كَانَ مِنْ غَيْرِ ذٰلِكَ فَهُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ) (مناقب ذہبی) تبیض الصحیفہ للسیوطی ص (۱۱۷) جو چیز رسول اللہ ﷺ سے ہم تک پہنچے-میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ وہ سر آنکھوں پر اور جو بات صحابہ کرام سے منقول ہو (تو اختلاف کی صورت میں) ہم اس میں سے ایک کے قول کو اختیار کرتے ہیں۔ اور جو چیز تابعین سے منقول ہو تو وہ بھی ہم جیسے آدمی ہیں (کیونکہ حضرت امام تابعی ہیں)

اسکے باوجود اگر کوئی قلیل الادب امام کی شان میں زبان طعن دراز کرے اور کہے کہ امام صاحب کو صرف (۱۷) حدیث یاد تھیں یا امام صاحب حدیث میں ضعیف تھے تو اس کے جواب میں ہم صرف اتنا ہی کہیں گے لعنتُ اللّٰه عَلَى الكاذبين

حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: جس نے میرے ولی سے عداوت رکھی میں اس کو اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ امام صاحب کے شاگردوں نے احادیث پندرہ مسانید مرتب کیے ہیں جن میں خاص طور پر امام صاحب کی مرویات احادیث جمع کی گئی ہیں اس مجموعہ کا نام (جامع المسانید) ہے۔

امام صاحب کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار ہے اگر ہر استاد سے ایک ایک حدیث بھی حاصل کی ہو تو آپ کی مرویات احادیث کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ (الخیرات الحسان)

کوفہ کے علاوہ آپ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء سے بھی استفادہ کیا خصوصا سفر حج میں اور آپ نے (۵۵) دفعہ حج کیا۔ کوفہ میں پندرہ سو صحابہ کرام تشریف لائے جن کے علوم کوفہ میں پھیلے ابن سعد نے طبقات میں جن مشہور صحابہ کرام کے نام ذکر کیے ہیں ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سعد بن زید رضی اللہ عنہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ابو موسیٰ انصاری رضی اللہ عنہ ابو موسیٰ اشعری سلمان فارسی رضی اللہ عنہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان سب حضرات کے علوم کوفہ اور گردونواح میں پھیلے جب کہ اہل کوفہ پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی رنگ خوب چڑھا کوفہ کے سات بڑے علماء وفقہاء آپ ہی کے شاگرد تھے جن میں حضرت علقمہ بن قیس نخعی رضی اللہ عنہ المتوفی ۶۲ھ سب سے نمایاں ہیں حضرت علقمہ کے بعد یہ علمی قیادت حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی ان کے بعد حضرت حماد رضی اللہ عنہ اس منصب پر فائز ہوئے تا آنکہ ۱۲۰ھ میں امام ابو حنیفہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس

علمی اسلوب کو عروج پر پہنچا دیا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تمام فقہ کا دارو مدار حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ پر ہے ۔ہمارے امام اعظم امام ابوحنیفہ ہیں اور امام ابوحنیفہ کے امام اعظم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ فیض براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا تو اس لحاظ سے تمام احناف دراصل مسعودی اور محمدی ہیں۔

فقہ حنفی حقیقت میں قران وحدیث وسنت صحابہ کا دوسرا نام ہے۔ روى ابو عبد الله الحسين بن محمد خسرو البلخى فى مقدمة مسنده ان محمد بن سلمة قال : قال خلف بن ايوب: صَارَ الْعِلْمُ مِنَ اللّٰهِ اِلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ، ثُمَّ صَارَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ، ثُمَّ صَارَ اِلَى التَّابِعِيْنَ ثُمَّ صَارَ اِلٰى اَبِي حَنِيْفَةَ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۶) تحض الصحیفہ للسیوطی ص (۱۱۱)

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: ابوعبداللہ حسین اپنی ,,مسند،، کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: محمد بن سلمہ نے کہا کہ خلف بن ایوب نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم حضرت محمد ﷺ کی طرف آیا پھر آپ کے صحابہ کی طرف اور صحابہ سے تابعین کی طرف پھر تابعین سے امام ابوحنیفہ کی طرف۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کا فقیہہ بناتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں اللہ دیتا ہے۔(بخاری حدیث ۶۹)

لاورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا　　　بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی ﷺ

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا　　　ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

حدیث کی فقہ اور تقلید کی حکمت: بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم امام صاحب کے قول پر عمل کرتے ہو اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان چھوڑ دیتے ہو حالانکہ یہ ہم پر افتراء ہے ہم اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ نبی ﷺ کے فرمان کو چھوڑ کر امتی کے حکم پر عمل کیا جائے اصل میں یہ لوگ حدیث کی حکمت اور رسول اللہ ﷺ کے منشاء کو نہیں سمجھتے اور نہ ناسخ ومنسوخ کو سمجھتے ہیں مثلاً ایک حدیث پیش کرتا ہوں غیر مقلدین اس کا جواب دیں۔

پہلی مثال: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ بخار جہنم کے جوش سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔ بخاری حدیث 3024-۳۲۶۴) مسلم حدیث 4097-۲۲۱۰) مشکوۃ حدیث (۲۵۲۵)

اب کسی کو بخار ہو جائے تو ڈاکٹر کہے کہ پانی سے نہانا نہیں اس سے تمہاری جان کو خطرہ ہے تمہیں فالج ہو سکتا ہے تم کہو ہم ضرور نہائیں گے ہم اہل حدیث ہیں نبی ﷺ کا فرمان چھوڑ کر ہم ڈاکٹر کی بات کیوں مانیں ہم یہ شرک نہیں کریں گے جان قربان کر کے شہادت کا درجہ حاصل کر لیں گے حقیقت میں یہ شہادت نہیں ہوگی خودکشی ہوگی اور حدیث پر عمل کے زعم میں قرآن کی نافرمانی ہوگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اپنی جانوں کو قتل نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے﴾ سورہ النساء آیت (۲۹)

لیکن اس وقت کوئی بھی اہل حدیث اس حدیث پر عمل نہیں کریگا بے چوں وچراں ڈاکٹر کی بات پر عمل کریگا ڈاکٹر کی اندھی تقلید کریگا۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں چاول نہ کھانا گوشت نہ کھانا ٹھنڈا پانی نہ پینا۔ بہت اچھا جی اُس وقت کوئی نہیں کہتا ڈاکٹر صاحب قرآن وحدیث میں کہاں لکھا ہے کہ گوشت وغیرہ نہ کھاؤ میں اہل قرآن ہوں قرآن کو چھوڑ کر آپ کی بات پر عمل کر کے میں شرک کیوں کروں قرآن تو کہتا ہے (زمین کی حلال پاکیزہ چیزیں کھاؤ (سورہ بقرۃ آیت (۱۶۸)

میں آپ کی تقلید نہیں کر سکتا تو ڈاکٹر صاحب کہیں گے اگر تقلید نہیں کر سکتا تو گھر جا اور کفن ودفن کا بندوبست کر چاروناچار اُس کو ڈاکٹر کی اندھی تقلید کرنا پڑے گی اور اُس کی توحید میں بھی کوئی فرق نہیں آئیگا ۔

بات دراصل یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے قرآن وحدیث کی مخالفت نہیں کی انہوں نے اپنے علم اور تجربہ کی بناء پر حدیث کی حکمت کو سمجھا ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان سرآنکھوں پر لیکن یہ حکم تمام بخاروں کے لئے نہیں ہے بلکہ خاص بخاروں کے لئے ہے یعنی گرمی والے بخاروں کا کیونکہ عموماً عرب میں گرمی کا بخار ہوتا تھا ہمارے ہاں بھی بعض ڈاکٹر سر پر تر کپڑا بلکہ برف رکھواتے ہیں یعنی ہر بخار کا الگ حکم ہے اگر تمام بخاروں کا ایک ہی علاج کرتے جاؤ تو نیم مُلاّ خطرۂ ایمان اور نیم حکیم خطرۂ جان والا معاملہ ہو جائے گا۔

جس طرح مذکورہ حدیث ہر بخار کے لئے نہیں اسی طرح ہمارے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث (لاصلاۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب) جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اُس کی نماز کامل نہیں۔ ہر نمازی کے لئے نہیں بلکہ خاص نمازیوں کے لئے ہے دوسری احادیث کے پیشِ نظر یہ حدیث امام یا تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے دوسری احادیث مقتدی کو اس عام حکم سے خاص کر دیتی ہیں

اگر اس کو ہر قسم کے نمازی کے لئے سمجھا جائے تو قرآن کی مخالفت ہوگی کیونکہ قرآن فرماتا ہے ﴿اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم ہو﴾ سورۃ الاعراف آیت (۲۰۴) حتیٰ کہ ترمذی شریف میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا (اذا کان وحدہ) یہ حدیث اکیلا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ کے براہ راست شاگرد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے فرمان سے استدلال کیا ﴿جو سورہ فاتحہ کے بغیر نماز پڑھے اُس کی نماز نہیں مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو﴾ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں جو آپ ﷺ کے فرمان کی تاویل کر رہے ہیں اور اُسے تنہا نماز پڑھنے پر محمول کر رہے ہیں۔ ترمذی حدیث (287-۳۱۲) اس حدیث کو البانی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

دوسری مثال: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم قضائے حاجت کے لئے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پیٹھ البتہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرو۔ بخاری حدیث 380-394، مشکوۃ 334

پاکستان میں قبلہ مغرب کی طرف ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا: مغرب یا مشرق کی طرف منہ کرو لیکن قبلہ کو منہ ہو اور نہ پشت حدیث میں کسی ملک کا استثناء نہیں اب اگر مغرب کو منہ کیا تو پھر بھی گنہگار کیونکہ قبلہ کی طرف منہ ہو گیا اگر نہ کرے تو پھر بھی گنہگار کہ حدیث پر عمل نہ ہو سکا اب جو لوگ فقہاء اور تقلید کے منکر ہیں وہ فقہاء اور محدثین کی مدد کے بغیر ذرا اس حدیث پر عمل کر کے دکھائیں پاکستان کے اہل حدیث اگر اس حدیث پر عمل کریں تو اُن کے پیشاب بند ہو جائیں غیر مقلدین حضرات کو فقہاء کا شکر گذار ہونا چاہئے اگر یہ نہ ہوتے تو ان کا پاخانہ پیشاب بند ہو جاتا ان کی فراست اور برکت سے بہت بڑی مشکل حل ہو گئی۔

فقہاء کرام نے فرمایا کہ یہ حدیث تمام ملکوں کے لئے نہیں ہے صرف اُن ممالک کیلئے ہے جن کا قبلہ جنوب یا شمال میں ہے مثلاً مدینہ منورہ کا قبلہ جنوب میں ہے اور قبلہ اول بیت المقدس جانب شمال وہاں کے لحاظ سے فرمایا گیا کہ شرق یا غرب کو منہ کر لو ہمارے ہاں قبلہ جانب مغرب ہے لہذا ہم لوگ جنوب یا شمال کو منہ کریں۔ جس طرح مذکورہ حدیث ہر ملک کے لئے نہیں اسی طرح ہمارے امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث (لاصلاۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب) جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اُس کی نماز کامل نہیں۔ ہر نمازی کے لئے نہیں بلکہ خاص نمازیوں کے لئے ہے دوسری احادیث کے پیشِ نظر یہ حدیث امام یا تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے ہے مقتدی اس حدیث کے عموم میں داخل نہیں مقتدی کی اس حدیث سے تخصیص کر لی جائے گی کیونکہ قرآن نے اُس کو انصات کا حکم دیا ہے۔

(علامہ توقیر الحسن قادری کا رابطہ نمبر 03338664212)

......☆☆☆......

Monthly **AL-HAQIQA** June 2011
Reg.No. C.P.L.169

یا رحمۃ للعالمین ﷺ
یا رب العالمین جل جلالہ

تیرے میکدے میں کمی ہے کیا جو کمی ہے ذوقِ طلب میں ہے جو ہوں پینے والے تو آج بھی وہی بادہ ہے وہی جام ہے

غوث الاغیاث قطب الاقطاب فرد الافراد

سید علی حسین شاہ صاحب

عرس عظیم الشان و محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ

حضور منگرِ اسلام

مبارک

پروفیسر محمد حسین آسی

2011
صبح 9 تا نماز ظہر 14 جون بروز منگل

بمقام: حضرت آسی نگر سابقہ نہالہ چک تحصیل ظفروال

حافظ عمران آسوی

جناب رفاقت علی

نعت خواں عبدالرزاق نورن

حضرت علامہ مولانا
قاری عبداللہ ثاقب

جید علمائے کرام و نعت خوان حضرات تشریف لا رہے ہیں

خصوصی خطاب

مقرر دلپزیر عظیم نقطہ داں
حضرت علامہ مولانا
نثار احمد چشتی صاحب
راولپنڈی

پیکرِ محبت عاشقِ رسول مردِ مومن
مردِ حق جناب صاحبزادہ
محمد عطاء الحق صاحب مدظلہ
زیب سجادہ حضور منگرِ اسلام

زیر انتظام **شیران اسلام پاکستان** حضرت آسی نگر سابقہ نہالہ چک تحصیل ظفروال